375 | جنوری 2017

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث

مُدیر اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی

مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

2 انتہا پسندی اور سلفی عقائد
28 مدینہ نبویہ کے فضائل و آداب
45 تحریک اہل حدیث کا موقف اور اس کی خدمات
64 انتہا پسندی اور تشدد کے انسداد میں دینی جامعات کا کردار

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
مجلس التحقیق الاسلامی

تبلیغ دین کے لئے مجلس التحقیق الاسلامی کی عظیم الشان

ویب سائٹس

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

محدث لائبریری
KitaboSunnat.com

محدث فتویٰ
UrduFatwa.com

محدث میگزین
Magazine.Mohaddis.com

محدث فورم
Forum.Mohaddis.com

یومیہ 15000 وزیٹر

ہر لمحہ 2000 قارئین

زیر سرپرستی
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

زیر نگرانی
ڈاکٹر حافظ انس نضر
ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

علمی معاونت
قاری مصطفیٰ راسخ
قاری خضر حیات

فنی معاونت
انجینئر محمد شاکر اعوان
انجینئر عمیر حسن راجہ

خصوصیات

- اسلامی کتب، مضامین اور فتاویٰ کے لیے مقبول ترین اور روزانہ اپڈیٹ ہونے والی ویب سائٹس
- اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لئے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
- یومیہ مناسبت کے مطابق خصوصی مضامین
- تمام ویب سائٹس اردو زبان میں
- تمام ویب سائٹس پر تبصرے و جائزے اور تاثرات و شماریات کی سہولت

جاری پروگرام

محدث لائبریری
(KitaboSunnat.com)
- یومیہ 3 کتب کا اضافہ (PDF)
- حالات کی مناسبت سے اہم مضامین

محدث فتویٰ
(UrduFatwa.com)
تمام سلفی مطبوعہ فتاویٰ جات کی اپ لوڈنگ
نئے پیش آمدہ مسائل کے فوری جوابات

محدث میگزین
(Magazine.Mohaddis.com)
45 سال کے تقریباً 90 فیصد شمارے
(Unicode / PDF)

محدث فورم
(Forum.Mohaddis.com)
موضوعات: 20829 ترسیلات: 170731
اراکین: 2497

مستقبل کے منصوبے

- حدیث پراجیکٹ
- محدث یونیکوڈ لائبریری
- محدث آڈیو، ویڈیو سیکشن
- رسائل و جرائد سیکشن

ماہانہ اخراجات پونے دو لاکھ روپے

زیر اہتمام مجلس التحقیق الاسلامی J-99 ماڈل ٹاؤن، لاہور
Mobile: +92 322 7222288
anasnazar99@gmail.com
Account: kitabosunnat.com, 0093-01875659, Bank AlFalah, Urdu Bazar, Lahore Swift Code: ALFPKKA093
Designing & Printing: CRYSTAL ART Lhr 0323-7471861

ملّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ مُحدِّث
لاہور پاکستان

مُدیر اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی

مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

جلد 49 — جنوری 2017ء / ربیع الاوّل 1438ھ — عدد 01

مجلس مشاورت
▪ حافظ صلاح الدین یوسف ▪ ڈاکٹر محمد حماد لکھوی ▪ ڈاکٹر محمد اسحاق زاہد
▪ ڈاکٹر حافظ انس مدنی ▪ ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی ▪ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

فہرست مضامین

فکر و نظر — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
انتہا پسندی اور سلفی عقائد — 2

حدیث و سنت — امام کعبہ ڈاکٹر شیخ عبد الرحمٰن السدیس حفظہ اللہ
مدینہ نبویہ کے فضائل و آداب — 28

تاریخ و تحریک — علامہ عبد الحمید رحمانی رحمۃ اللہ علیہ
تحریک اہل حدیث کا موقف اور اس کی خدمات — 45

رپورٹ — قاری شفیق الرحمٰن زاہد
انتہا پسندی اور تشدد کے انسداد میں دینی جامعات کا کردار — 64

نائب مدیر
محمد نعمان فاروقی

ترسیل
محمد اصغر 0305 4600861

زرِ سالانہ	300/= روپے
فی شمارہ	60/= روپے

بیرونِ ملک

زرِ سالانہ	20/= ڈالر
فی شمارہ	4/= ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No: 984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700
042-35866396, 35866476
Email:
IRC99J@gmail.com

Publisher:
Hafiz ABdur Rahman Madni
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore.

Islamic Research Council

محدّث کتاب و سنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلّی اتفاق ضروری نہیں!

انتہا پسندی کے انسداد میں سلفی عقائد کا کردار

سوویت یونین کے زوال اور امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے بعد اقوامِ عالم کے مابین ٹکراؤ کی نوعیت تبدیل ہوگئی ہے۔ گذشتہ صدی کا بیشتر حصہ مغربی اقوام کے مابین اختلافات اور جنگوں کی نذر ہوا: جنگِ عظیم اوّل، دوم اور پھر سرد جنگ۔ جبکہ ۱۹۹۰ء کے بعد سے اسلام و مسلمان اور مغرب کے مابین براہِ راست مسلح کشمکش جاری ہے۔ جنگِ خلیج، عراق کی پہلی، دوسری جنگ اور افغانستان میں یہی صورتحال ایک عشرے سے زیادہ عرصہ تک رہی۔ اور اس کے بعد دشمن نے اپنے ممالک میں بیٹھ کر بلادِ اسلامیہ میں باہمی تصادم اور خانہ جنگی کو فروغ دیا۔ اس عرصہ کے دوران ہونے والے تشدد و مظالم کا نتیجہ مسلم نوجوانوں کے افکار و نظریات میں بھی ظاہر ہونا شروع ہوگیا اور آج ۲۵ برس بعد مسلم دنیا کا اہم ترین مسئلہ 'تشدد اور انتہا پسندانہ نظریات کا فروغ' بن چکا ہے۔ جس کو ملکی اور عالمی سطح پر بہ کثرت زیر بحث لایا جارہا ہے۔

عالم کفر کے مظالم، تشدد اور ریشہ دوانیاں اپنی جگہ قابل مذمت ہیں اور ان کا بہر طور مداوا ہونا چاہیے، ظلم کو کسی صورت بھی جاری نہیں رہنا چاہیے، تاہم افکار و نظریات میں انتہا پسندی معاشرے کے رخ کو بدل دیتی ہے، اس کے صالح اور مفید پہلو کو دبا دیتی ہے۔ اس لئے اسلام کے اصل اور معتدل نظریات کو واضح اور نمایاں رہنا چاہیے۔ افراد کے مسائل ہوں یا معاشرے کے، کوئی بھی شدت اور انتہا پسندی سے حل نہیں ہوتے، بلکہ مزید بگڑ جاتے ہیں۔ جس کا نقشہ ہم امریکہ اور بھارت کی حالیہ انتہا پسندانہ قیادتوں ڈونلڈ ٹرمپ اور نریندر مودی کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں۔ بظاہر اس انتہا پسندی سے بعض پہلوؤں میں پیش قدمی ہو بھی جائے لیکن افراد و معاشرے غلط طرزِ عمل کے عادی ہو کر آخر کار ٹکراؤ اور تخریب کی طرف چل نکلتے ہیں، جس کا نتیجہ بنی نوع انسان کی تباہی و بربادی کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔

اسلام اپنی خالص صورت میں کتاب وسنت میں محفوظ ہے، اور ہر دور کے مسلمان اپنے فکر و عمل کی اصلاح کے لئے اسی چشمہ صافی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ہر دور کے بدلتے حالات سے پڑنے والی گرد، قرآن وسنت کے براہِ راست مطالعے سے صاف ہو جاتی ہے اور اسلام کا پیغام اصل سرچشموں سے واضح ہوتا رہتا ہے۔

انتہا پسندی کے انسداد میں سلفی عقائد کا کردار

سوویت یونین کے زوال اور امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے بعد اقوامِ عالم کے مابین ٹکراؤ کی نوعیت تبدیل ہوگئی ہے۔ گذشتہ صدی کا بیشتر حصہ مغربی اقوام کے مابین اختلافات اور جنگوں کی نذر ہوا: جنگِ عظیم اوّل، دوم اور پھر سرد جنگ۔ جبکہ ۱۹۹۰ء کے بعد سے اسلام و مسلمان اور مغرب کے مابین براہِ راست مسلح کشمکش جاری ہے۔ جنگِ خلیج، عراق کی پہلی، دوسری جنگ اور افغانستان میں یہی صورتحال ایک عشرے سے زیادہ عرصہ تک رہی۔ اور اس کے بعد دشمن نے اپنے ممالک میں بیٹھ کر بلادِ اسلامیہ میں باہمی تصادم اور خانہ جنگی کو فروغ دیا۔ اس عرصہ کے دوران ہونے والے تشدد و مظالم کا نتیجہ مسلم نوجوانوں کے افکار و نظریات میں بھی ظاہر ہونا شروع ہوگیا اور آج ۲۵ برس بعد مسلم دنیا کا اہم ترین مسئلہ 'تشدد اور انتہا پسندانہ نظریات کا فروغ' بن چکا ہے۔ جس کو ملکی اور عالمی سطح پر بہ کثرت زیر بحث لایا جارہا ہے۔

عالم کفر کے مظالم، تشدد اور ریشہ دوانیاں اپنی جگہ قابل مذمت ہیں اور ان کا بہر طور مداوا ہونا چاہیے، ظلم کسی صورت بھی جاری نہیں رہنا چاہیے، تاہم افکار و نظریات میں انتہا پسندی معاشرے کے رخ کو بدل دیتی ہے اس کے صالح اور مفید پہلو کو دبا دیتی ہے۔ اس لئے اسلام کے اصل اور معتدل نظریات کو واضح اور نمایاں رہنا چاہیے۔ افراد کے مسائل ہوں یا معاشرے کے، کوئی بھی شدت اور انتہا پسندی سے حل نہیں ہوتے، بلکہ مزید بگڑ جاتے ہیں۔ جس کا نقشہ ہم امریکہ اور بھارت کی حالیہ انتہا پسندانہ قیادتوں ڈونلڈ ٹرمپ اور نریندر مودی کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں۔ بظاہر اس انتہا پسندی سے بعض پہلوؤں میں پیش قدمی ہو بھی جائے لیکن افراد و معاشرے غلط طرزِ عمل کے عادی ہو کر آخرکار ٹکراؤ اور تخریب کی طرف چل نکلتے ہیں، جس کا نتیجہ بنی نوع انسان کی تباہی و بربادی کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔

اسلام اپنی خالص صورت میں کتاب و سنت میں محفوظ ہے، اور ہر دور کے مسلمان اپنے فکر و عمل کی اصلاح کے لئے اسی چشمہ صافی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ہر دور کے بدلتے حالات سے پڑنے والی گرد، قرآن و سنت کے براہِ راست مطالعے سے صاف ہوجاتی ہے اور اسلام کا پیغام اصل سرچشموں سے واضح ہوتا رہتا ہے۔

مسلمانوں میں وہ لوگ جو کتاب وسنت سے خالص تمسک اور پابندی اختیار کرتے ہیں، سَلَف اور اس نظریہ کے حامل 'سلفی' کہلاتے ہیں۔ سلفیہ کے دیگر ناموں میں اہل حدیث، اہل السنّہ، اہل اثر اور اہل اتباع بھی ہیں اور انہی کو طائفہ منصورہ، فرقہ ناجیہ، اَنصار السنّہ بھی کہا جاتا ہے۔ واضح ہے کہ اعمال کے پس پردہ اصل طاقت عقائد و نظریات کی ہوتی ہے۔ زیر نظر مضمون میں ہم دیکھتے ہیں کہ سلفی عقائد میں انتہا پسندی کی کوئی گنجائش ہے؟ اور صدیوں سے چلے آنے والے مسلمہ سلفی عقائد کس طرح اُمتِ مسلمہ کو توازن واعتدال کا درس دیتے ہیں۔

'سلفیت' سے کیا مراد ہے؟

سلف کا لفظ تاریخی طور پر ان تین طبقات: صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے لئے بولا جاتا ہے جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے بطورِ خاص 'اُمّت میں سے بہترین' ہونے کی خوش خبری دی ہے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» - قَالَ عِمْرَانُ :لاَ أَدْرِي أَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدُ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلاَثَةً - قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُونُونَ وَلاَ يُؤْتَمَنُونَ، وَيَشْهَدُونَ وَلاَ يُسْتَشْهَدُونَ وَيَنْذِرُونَ وَلاَ يَفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ»[1]

"تم میں سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ) ہیں۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد آئیں گے (تابعین)، پھر وہ لوگ جو اس کے بھی بعد آئیں گے (تبع تابعین)"۔ عمران نے بیان کیا کہ میں نہیں جانتا، حضور ﷺ نے دو زمانوں کا (اپنے بعد) ذکر فرمایا یا تین کا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ "تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خائن ہوں گے، جن میں دیانت کا نام نہ ہو گا۔ ان سے گواہی دینے کے لیے نہیں کہا جائے گا، لیکن وہ گواہیاں دیتے پھریں گے۔ نذریں مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے۔ موٹاپا اُن میں عام ہو گا۔"

'سلفی منہج' ان عقائد کو اختیار کرنے کا نام ہے جس پر فرقوں اور اَحزاب سے علیحدہ رہتے ہوئے اس اُمت کے نمایاں اسلافِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کاربند رہے، چاہے وہ اللہ تعالیٰ، انسان اور کائنات وزندگی کے بارے میں اساسی عقائد ہوں، یا فہم اسلام کے حوالے سے فکری مباحث ہوں یا ایسے اسلامی اوصاف ہوں جن سے متصف ہوتے ہوئے ان ائمہ کرام نے اُنہیں اختیار کیا۔ چنانچہ سلفی دعوت کی تعریف یوں ہے:

---

1 صحیح بخاری، کتاب الشہادات، باب لا يشهد على شهادة جور: ۲۶۵۱

"الدعوة إلى الكتاب والسنة وما كان عليه السلف الصالح من الصحابة الكرام رضوان الله عليهم والتابعين لهم بإحسان وأتباعهم وأئمة الدين ممن شُهِد لهم بالإمامة في الدين، وتلقى الناس كلامهم خلفًا عن سلف."[1]

''کتاب وسنّت اور اس منہج کی دعوت دینا جس پر صحابہ وتابعین، تبع تابعین اور ایسے ائمہ دین کاربند رہے جن کی امامت وقیادت دین میں مسلّمہ ہے، اور مسلمانوں نے اپنا دین اُن سے حاصل کیا ہے۔''

الغرض سلف سے اصلاً مراد تو صحابہ وتابعین ہیں اور پھر وہ ائمہ اسلاف جو اُن کے نقش قدم پر چلے: جیسے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام سفیان ثوری، امام ابن عیینہ، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، امام بخاری، امام مسلم، اور سنن اربعہ کے مؤلف محدثین، اور وہ جلیل القدر ائمہ کرام رحمہم اللہ جن کے علم وفضل اور زہد وورع کی بنا پر اُنہیں درجہ امامت حاصل ہوا، اور اُمت نے اُن کو قبول عام بخشا۔ پھر جن لوگوں نے ان صحابہ کرام اور ائمہ اسلاف جیسا فکری وعملی رویہ اختیار کیا، وہ سلفی کہلائے۔ اور انہی کو 'اہل السنہ والجماعۃ' اور 'اہل الحدیث والسنّہ' بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حزم کہتے ہیں:

الصحابة -رضي الله عنهما- ومن سلك نهجهم من خيار التابعين رحمة الله عليهم، ثم أصحاب الحديث ومن تبعهم من الفقهاء جيلا فجيلا إلى يومنا هذا، ومن اقتدى بهم من العوام في شرق الأرض وغربها رحمة الله عليهم[2]

''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور بہترین تابعین جو اُن کے منہج پر چلے، پھر وہ اصحابِ حدیث اور ہر دور میں ان کے منہج کو اختیار کرنے والے فقہائے کرام اور تاحال زمین کے شرق وغرب میں اُن کے نقش قدم پر چلنے والے پیروکار، یہ سب اہل السنہ والجماعہ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم''

① چنانچہ سلفیت میں کسی زمانے کی تحدید نہیں بلکہ ہر دور میں جو مسلمان ائمہ کرام صحابہ اور تابعین کے مسلک ومنہج پر کاربند رہے، وہ سلف کے منہج کو اختیار کرنے والے سلفی ہیں۔

② سلف میں وہ گمراہ فرقے اور ان کی طرف بلانے والے اشخاص شامل نہیں جنہوں نے سنّتِ نبوی اور صحابہ کرام کے مجموعی طرزِ فکر وعمل کی مخالفت کی، مثلاً رافضی، خارجی، قدری، جبری، معتزلہ، جہمی اور مشبّہہ

---

1 الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب المعاصرة: ٢/ ١٠٨٢، فتاویٰ اللجنة الدائمة: ١٢/ ٢٤١، بحوالہ السلفية حقيقتها وأصولها وموقفها من التكفير از ڈاکٹر سلیمان عبد اللہ ابا الخیل، رکن ہیئۃ کبار علما، سعودی عرب اور وائس چانسلر امام یونیورسٹی، ریاض: ص ۴۰ طبع اوّل، دار العاصمہ ۲۰۱۵ء

2 الفصل فی الملل والنحل از حافظ ابن حزم: ۲/ ۱۱۳

ومعطلہ وغیرہ۔

③ سلفیت یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو ایسے عقائد کی طرف بلایا جائے جنہیں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اختیار نہیں کیا۔ نہ لوگوں کو ایسی آزمائش میں ڈالا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے اُنہیں نکالا ہے۔

④ سلفیہ کا شرعی منہج یہ ہے کہ وہ مرادِ شارع پر عمل کرتے ہوئے ظاہر نص سے انحراف نہیں کرتے، کسی مسئلہ میں تمام نصوص کو جمع کر کے موقف کو اختیار کرتے اور نصوصِ شریعت کے مابین تعارض دور کر کے جامع مفہوم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ وہ محکم پر عمل کرتے اور متشابہ پر ایمان لاتے ہیں، اور متشابہ نصوص کو محکم پر پیش کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی تفسیر قرآن، سنت، صحابہ کرام اور عربی لغت سے کرتے ہیں اور مجرّد ذاتی رائے پر ہونے والی تفسیر کو نظر انداز کرتے ہیں۔ سلفیہ کا انحصار ومیزان کتاب وسنت ہے۔ عقائد میں خبر واحد کو قبول کرنا سلف صالحین کا منہاج ہے اور کتاب وسنت پر اکتفا کرتے ہوئے علم کلام وفلسفہ میں زیادہ نہ اُلجھنا سلف کا شعار ہے۔ اور اپنے مقابل موقف والوں پر طعن و تشنیع سے بچنا، اور عدل وانصاف پر کاربند رہنا اُن کی مسلّمہ روایت ہے۔

⑤ یہ بھی سلفیت نہیں ہے کہ جو آیات واحادیث قرآنی معانی کو متعین کرتی ہیں، ان کو نظر انداز کر کے من مانی تعبیر کی جائے۔ اور لغتِ عرب اور صحابہ کرامؓ کی تفسیرات سے بالا ہی قرآن کریم کی فاسد تاویلات اختیار کرلی جائیں۔ قرآن وسنت کو باہم ٹکرا کر، بعض دلائل کو اختیار اور بعض کو ترک کردیا جائے۔ یا صرف متفقہ اُمور کو اختیار کیا جائے اور احتمالی نصوص کو ترک یا اُن کی تاویل کرلی جائے۔ یا نصوصِ شریعت کی من مانی اور ذاتی رجحانات کے مطابق تعبیر وتوجیہ اختیار کی جائے۔

⑥ مسلمانوں کو آپس میں اختلاف اور فرقہ واریت کی دعوت نہ دینا 'سلفیت' ہے۔ ان میں کسی ایک امام فقیہ کو اپنی اتباع کے لئے متعین کرلینا اور اُس کے نام پر فرقے قائم کرلینا بھی سلفیت نہیں۔ چنانچہ سلفیہ کا موقف ہے کہ ہر فقیہ وامام کا قول لیا اور ترک کیا جاسکتا ہے، سوائے امام امّتِ محمدیہ، محمد ﷺ کے جو خواہش نفس کی بجائے صرف وحی کی بنا پر ہی بولتے ہیں اور آپ کی ہر بات ہی قابل اتباع ہے۔ گویا کسی خاص فقہی مکتبِ فکر یا فقہی شخصیات کی طرف ہی منسوب ہوجانا، اور ان کے اقوال کو شرعی نص کا درجہ دے دینا، اور اس بنا پر کتاب وسنت کی نصوص کو نظر انداز کردینا سلفیت نہیں ہے۔ چنانچہ اہل السنہ اور اہل الحدیث کے امام وقائد نبی کریم ﷺ ہیں، اور سلفیہ تمام اہل علم کے اقوال کو نبی مکرمؐ کے اقوال پر پیش

کر کے صرف اُسی کی اتباع کرتے ہیں۔[1]

⑦ سلفیہ ، نصوص شریعت میں سلَف کا اجماعی مفہوم لیتے ہیں۔ اگر کسی جگہ سلف میں اختلاف ہے، تو غور کر کے 'اقرب الی الکتاب والسنہ' پر عمل کرتے ہیں۔

⑧ مسلمانوں کے قابل احترام اور مسلّمہ ائمہ کرام کے بارے میں غیر محتاط انداز اور زبان بولنا اور اُن ائمہ سے یہ کہہ کر مستغنی ہونا بھی سلفیت نہیں کہ "ہمارے لئے صرف قرآن وسنت کافی ہیں اور ہمیں کسی مفسر ومحدث اور فقیہ کی ضرورت نہیں"[2] ہے۔ بلکہ تفسیر وحدیث اور فقہ میں صحابہ کرام اور ائمہ اسلاف نے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں: روایت واسماء الرجال، احادیث کی صحّت وضعف، ترجیح و تطبیق، توحید اور اس کی اقسام، غیبی اُمور، عقائد ماقبل و بعد الموت، نسخ، تخصیص، اطلاق، اجماع وقیاس کے باب میں اُن کی خدمات سے استفادہ کرنا ضروری ہے، تاہم میزان کا درجہ صرف قرآن وسنت کو حاصل ہے۔ ائمہ اسلاف کو شریعت کی وضاحت میں اتنی حیثیت دینی چاہیے اور یہ ملتِ اسلامیہ میں اتحاد کا اچھا طریقہ ہے۔

سلفیت یہی ہے جس کا تذکرہ مذکورہ بالا سطور میں کیا گیا۔ اور بعض کتبِ مثلاً 'تاریخ مذاہب اسلامیہ' از محمد ابو زہرہ، 'تاریخ دولتِ عثمانیہ' از محمد فرید بک، 'فکر اسلامی کا ارتقا' از محمد بہی، 'رحلہ حجازیہ' از محمد لبیب بتنونی، اور حاشیہ جلالین وحاشیہ ابن عابدین وغیرہ میں سلفیت اور اس کے حاملین پر جو الزامات لگائے گئے ہیں، سلفیت ان سے بریٔ الذمہ ہے۔ ایسے ہی بعض جماعتیں مثلاً الاخوان الا لمسلمون، حزب التحریر اور تبلیغی جماعت 'وہابیت' کے نام سے جس طرح سلفیت کی تضحیک وتحقیر کرتی ہیں، یہ بھی درست نہیں اور قابل اصلاح رویہ ہے کیونکہ سمع وطاعت، تکفیر وخروج اور جہاد ودعوت کے میدان میں سلفیوں نے ان جماعتوں کے ایسے نقطہ نظر کی اصلاح کی جس میں یہ اہل السنّۃ والجماعۃ کے مناہج پر کاربند نہیں رہ سکے۔

علاوہ ازیں فی زمانہ بہت سی جماعتوں اور تحریکوں نے اپنے تئیں اپنے آپ کو سلفیت کا علم بردار قرار دیا ہے، حالانکہ یہ حقیقتِ واقعہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ 'القاعدہ' اور دنیا بھر میں اسکی شاخیں، 'داعش' اور اسکی شاخیں، مصر کی الجماعة الإسلامية اور تنظیم الجهاد الاسلامی، جزائر کی الجماعة المسلحة اور الجماعة

1 السلفية حقيقتها وأصولها از ڈاکٹر سلیمان عبد اللہ ابا الخیل: ص ۵۳

2 جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں ہر مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ ائمہ لغت اور ائمہ مفسرین ومحدثین کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں۔ نہ تو انہیں معصوم ومیزان سمجھتے ہیں اور نہ ان کی علمی کاوشوں اور وضاحتوں سے مستغنی ہوتے ہیں۔ اور یہی رویہ محدثین کے منہج پر چلنے والے ہر سلفی کا ہونا چاہیے۔

السلفية للدعوة و القتال، ایران کی سنّی جماعت 'جند اللہ'، صومال کی 'شباب المجاہدین'، لیبیا کی 'جماعتِ لیبیا' وغیرہ سلفی مناہج پر کاربند نہیں ہیں۔ فی زمانہ سلفیت کی پہچان کا اُصول یہ ہے کہ ہر وہ جماعت جو مسلمانوں کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے کی داعی ہو، اور کبیرہ گناہ کی بنا پر کافر قرار دیتی ہو، وہ سلفیت سے خارج ہے۔

محدثِ زماں شیخ محمد ناصر الدین البانی سے 'سلفیت' اور اس نام کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

''سلف کا کلمہ نبی کریم ﷺ نے خود استعمال فرمایا ہے، چنانچہ سیدہ فاطمہؓ کو کہا: «فاتقي الله واصبري ونعم السلف أنا لك»[1] ''اللہ سے ڈر اور صبر کر، اور میں تیرا بہترین سلَف (پیشرو) ہوں۔''... اور یہ کلمہ سلف علمائے اسلام کے ہاں بے پناہ استعمال ہوا ہے، جس کی ایک مثال ہی کافی ہے کہ بدعات کی تردید کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

وكل خير في اتباع السلف　　وكل شر في ابتداع من خلف

''سلف کی پیروی میں ہی ہر قسم کی بھلائی ہے اور بعد میں آنے والوں کی بدعات میں ساری خرابیاں ہیں۔'' چنانچہ جو شخص سلفیت کا منکر ہے، گویا کہ وہ شخص اس صحیح اسلام سے براءت کا اظہار کرتا ہے جس پر ہمارے سلف صالح اور ان کے سرخیل محمد ﷺ کاربند تھے، چنانچہ صحیحین میں یہ متواتر حدیث موجود ہے کہ «خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ»''[2]

واضح رہے کہ سعودی عرب (اور اس کے بالتبع خلیجی ممالک کی اکثریت) بھی باضابطہ طور پر سلفیت پر ہی کاربند ہے اور یہی شرعی منہج سعودی عرب کے دستور اور سرکاری جامعات میں اختیار کیا گیا ہے۔ بعض لوگ جو سعودی عرب کو حنبلی مسلک پر کاربند اور حنبلی فقہ کا مقلد قرار دیتے ہیں تو ان کا یہ دعویٰ حقائق کے منافی ہے۔ دراصل اس طرح حنفیت پر کاربند مقلدین اپنے تقلیدی رجحان کا سعودی عرب میں فروغ دکھانا چاہتے ہیں۔ جبکہ سعودی عرب کے سرکاری ادارے، کبار علما کونسل، دار الافتا، عدالتیں اور قانونی دستاویزات، خطابات اور جامعات میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی۔ ان سرکاری اداروں کی طرف سے شائع ہونے والی کتب میں بھی صرف کتاب وسنت کو ہی میزان قرار دیا جاتا اور جملہ علمائے اسلاف (محدثین وفقہا) کی تعلیمات سے کھلا استفادہ کیا جاتا ہے۔ حرمین شریفین اور حج وعمرہ کے موقع پر سرکاری مطبوعات اور فتاویٰ وارشاد کے ادارے اسی کتاب وسنت کے سلفی منہاج کی پیروی کرتے ہیں۔ سعودی عرب کے مفتیانِ کرام سے جب کسی متعین امام کی فقہی تقلید

1　صحیح مسلم: ۶۴۴۷

2　مجلہ 'الاصالۃ' الجزائر... شمارہ ۹: ص ۸۶

کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہے، تو ان کا جواب اس صورت حال کو پوری طرح واضح کر دیتا ہے، چنانچہ مدینہ یونیورسٹی کے استاذ، محدث مدینہ شیخ عبد المحسن عباد حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"وعلى هذا فهم لم يتخلّوا عن المذهب الحنبلي ولكنهم تخلوا عن التعصب له. وإذا وجد الدليل الصحيح على خلاف المذهب صاروا إلى ما دل عليه الدليل"[1]

''علماے نجد نے حنبلی مذہب کو نہیں، اس کے لیے تعصّب کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ اور جب صحیح دلیل مذہب حنبلی کے خلاف ہو تو وہ دلیل پر عمل کرتے ہیں۔''

الغرض اسلام میں انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام کا مزاج اعتدال و توازن اور توسط و وسطیّت پر مبنی ہے، اور سلفی جو برصغیر میں اہل حدیث کے نام سے معروف ہیں، اور خالص کتاب و سنت پر مبنی اسلام کے داعی ہیں، ان کے عقائد و نظریات میں بھی شدت و تشدد کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ چیز ان کے عقائد سے بھی

---

1 مجلہ 'الفرقان' کویت، شمارہ جولائی ۲۰۰۰ء

◀ سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا تو جواب دیا: "مذهبي في الفقه هو مذهب الإمام أحمد بن حنبل وليس على سبيل التقليد ولكن على سبيل الاتباع... إما في مسائل الخلاف فمنهجي فيها هو ترجيح ما يقتضي الدليل ترجيحه، والفتوى بذلك سواء وافق مذهب الحنابلة أم خالفه، لأن الحق أحق بالاتباع." (فتاوى المرأة المسلمة ۱/۱۴) ''فقہ میں میرا مذہب امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے، بر سبیل تقلید نہیں بلکہ بر سبیل اتباع... اور اختلافی مسائل میں میرا طریق یہ ہے کہ میں دلیل کے مطابق ترجیح دیتا ہوں اور اسی طرح فتوی صادر کرتا ہوں، خواہ دلیل حنبلی مذہب کے موافق ہو یا مخالف کیونکہ حق ہی پیروی کا زیادہ حق دار ہے۔''

◀ شیخ ابن باز مزید فرماتے ہیں: "فإذا كان من خالف السنة لقول أبي بكر وعمر تخشى عليه العقوبة فكيف بحال من خالفها لقول من دونهما او لمجرد رأيه واجتهاد" (مجموع وفتاوی ومقالات: ص۹۹) ''اگر ابو بکر و عمر کے قول کی بنا پر، سنت کی مخالفت کی وجہ سے عذاب نازل ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہے تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کمتر کسی اور قول یا اس کے مذہب یا اس کے اجتہاد کی بنا پر سنت نبویہ کی مخالفت کرتا ہو۔''

◀ سعودی عرب کے ممتاز عالم ربانی و مفتی شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ملاحظہ فرمائیں جو سب سے زیادہ واضح ہے: "ولا ريب أن مذهب الإمام أبي حنيفة ومذهب الإمام أحمد ومذهب الإمام الشافعي ومذهب الإمام مالك وغيرهم من أهل العلم قابلة أن تكون خطأ وصوابا.. فإن كل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا رسول الله." (مجموع فتاوى ورسائل شيخ ابن عثيمين: ۱/۲۸) ''بلا شبہ امام ابو حنیفہ، امام احمد، امام شافعی، امام مالک وغیرہ کے مواقف میں غلطی اور درستی دونوں کا احتمال ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا قول لیا اور چھوڑا جا سکتا ہے، سوائے محمد ﷺ کے فرمان کے۔''

''حق ان چار مذاہب میں منحصر نہیں بلکہ حق کسی اور مذہب میں بھی ہو سکتا ہے اور انہی چاروں ائمہ کا کسی مسئلہ میں اتفاق پوری امت کا اجماع قرار نہیں پا سکتا۔ اور خود ان ائمہ کو اپنا مقام و مرتبہ معلوم تھا اور اُنہیں اس بات پر یقین تھا کہ انکی اطاعت اسی مسئلہ میں ہو سکتی ہے جو سنت رسول کے موافق ہو، اسی لیے وہ اپنی تقلید سے منع کیا کرتے تھے، الا یہ کہ انکا مذہب سنت کے موافق ہو۔''

(مزید تفصیل کے لئے: 'اہل حدیث اور علمائے حرمین کا اتفاق رائے' از ڈاکٹر حافظ محمد اسحٰق زاہد: ص ۴۰ تا ۴۵)

واضح ہوتی ہے، اور مختلف مسائل میں ان کے رجحانات بھی اسی کے غماز وعکاس ہیں۔ جیسا کہ یہاں پہلے توازن واعتدال کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے بعد سلفی عقائد ومسائل میں اس کی عملی مثالیں پیش کی جائیں گی۔

انتہا پسندی اور میانہ روی (وسطیت)

فی زمانہ تشدد وانتہا پسندی کے رجحانات بہ کثرت پھیلتے جارہے ہیں، واضح رہنا چاہیے کہ سلفیت کا شعار وسطیت اور میانہ روی ہے، یعنی انتہا پسندی سے گریز اور توازن واعتدال کی دعوت اور یہی اسلام کی مسلمہ خصوصیت ہے۔ اسلام ایک معتدل ووسط، میانہ رو دین ہے جس میں غلو، شدت وتشدد، سختی، خشکی، افراط وتفریط کا شائبہ تک نہیں۔ اس توازن واعتدال کو وَسَط کی شرعی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

① مشہور ماہر لغت ابن فارس (م ۳۹۵ھ) وسط کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الواو والسين والطاء يدل على العدل، والنصف وأعدل الشيء أوسطه ووسطه[1]

"وسط عدل وانصاف کا مفہوم دیتا ہے۔ سب سے متوازن چیز وہ ہے جو سب سے زیادہ عدل اور میانہ روی پر قائم ہو۔"

② وَسْط سین پر جزم کے ساتھ 'درمیانی جگہ' کا مفہوم دیتا ہے، جبکہ وَسَط سین پر فتحہ کا مفہوم: 'بہترین، افضل، عدل پر قائم، دو انتہاؤں کے درمیان' کا ہے۔[2]

③ قرآن کریم میں وسط، وسطیٰ، اور اوسط کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جیسے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾[3] "اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین یا عدل پر قائم اُمت بنایا۔"

④ مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"امتِ وَسَط سے مراد ایسا اشرف اور اعلیٰ گروہ ہے جو عدل وانصاف کی روش پر قائم ہو اور افراط وتفریط، غلو اور تخفیف سے پاک ہو اور دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو۔"

⑤ اور مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں:

"اوسط کے لغوی معنیٰ تو درمیان کے ہیں لیکن یہ بہتر اور افضل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور یہاں اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی جس طرح تمہیں بہتر قبلہ عطا کیا گیا، اسی طرح تمہیں سب

---

۱ معجم مقاييس اللغة: كتاب الواو، باب 'الواو والسين': ۶/ ۱۰۸

۲ الصحاح: ۳/ ۱۱۶۷، لسان العرب: ۷/ ۴۳۰

۳ سورۃ البقرۃ: ۱۴۳

سے افضل امت بھی بنایا گیا اور مقصد اس کا یہ ہے کہ تم لوگوں پر گواہی دو۔''

⑥ اس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں مروی ہے کہ روزِ قیامت سیدنا نوح علیہ السلام کو بلا کر ان سے پیام رسالت پہنچانے کے بارے میں پوچھا جائے گا، وہ اثبات میں جواب دیں گے، لیکن ان کی قوم اس دعوت کے پہنچنے کا انکار کردے گی، پھر اللہ تعالیٰ سیدنا نوح سے گواہ لانے کا مطالبہ کریں گے:

فيقول: "محمّد وأمته، فيشهدون أنه قد بلغ." ﴿وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾، فذلك قوله: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾[1] والوسط: العدل.[2]

''تو نوح علیہ السلام کہیں گے کہ محمد ﷺ اور آپ کی اُمّت میری گواہی دے گی کہ نوح نے پیغام پہنچا دیا۔ اور قرآن میں ہے کہ ''رسول تم پر گواہی دیں گے۔'' یہ مراد ہے اس آیت سے کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُمتِ وسط بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہی دو اور رسول تم پر گواہ ہو۔'' اور وسَط کا مطلب عدل ہے۔''

⑦ احادیثِ مبارکہ میں وسَط کا لفظ متعدد بار آیا ہے، جہاں وسط سے مراد 'صراطِ مستقیم' ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں ہے:

خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: «هَذَا سَبِيلُ الله»، ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: «هَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ»، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾[3][4]

''ہم نبی کریم کے پاس تھے کہ آپ نے ایک لائن کھینچی، پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں بائیں لائنیں کھینچیں اور کہا کہ یہ راستے ہیں، ہر راستے کے سر پر ایک شیطان بیٹھا اس کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی کہ ''میرا راستہ سیدھا راستہ ہے، اس کی اتباع کرو اور (دیگر) راستوں کے پیچھے مت چلو، وہ تمہیں اللہ کے راستے سے دور کردیں گے۔''

⑧ اس حدیث میں متعدد لائنوں کے درمیان جس خط کو کھینچا گیا، وہ صراطِ مستقیم تھا جو درمیان میں تھا، اور

---

۱ سورۃ البقرۃ:۱۴۳

۲ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب وكذلك جعلناكم...: رقم ۴۴۸۷

۳ سورۃ الانعام:۱۵۳

۴ مسند احمد بن حنبل: رقم ۴۱۴۲، قال الارناؤط: اسنادہ حسن

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اس کے لیے الخَطّ الأوسط کا لفظ استعمال[1] ہوا ہے۔ یعنی صراطِ مستقیم افراط و تفریط اور شدت و تلیین کے مابین ایک راستہ ہے جس میں سراسر اعتدال ہے۔

⑨ اس کی مزید وضاحت سیدنا نواس رضی اللہ عنہ بن سمعان سے مروی یہ حدیث کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ضرب الله مثلا صراطًا مستقيمًا، وعلى كنفي الصراط سوران فيهما أبواب مفتحة، وعلى الأبواب ستور مرخاة، وعلى الصراط داع يدعو يقول: يا أيها الناس! اسلكوا الصراط جميعًا ولا تعوجوا، وداع يدعو على الصراط، فإذا أراد أحدكم فتح شيء من تلك الأبواب قال ويلك لا تفتحه فإنك إن تفتحه تلجه، فالصراط الإسلام والستور حدود الله، والأبواب المفتحة محارم الله، والداعي الذي على رأس الصراط كتاب الله، والداعي من فوقه واعظ الله يذكر في قلب كل مسلم»[2]

''اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مثال بیان کی ہے جس کے دونوں طرف دیواریں اور ان میں کھلے دروازے ہیں۔ ان پر پردے لٹکے ہوئے ہیں جبکہ اس راستے کے سرے پر ایک پکارنے والا ہے جو کہتا ہے کہ اس راستے پر آؤ، غلط راستوں کا انتخاب مت کرو۔ اور ایک دوسرا داعی ہے جو راستے پر کھڑا پکار رہا ہے، جب کوئی ان دروزاوں سے پردہ ہٹانے کی کوشش کرتا ہے، تو وہ روکتا ہے کہ خبردار! اس پر مت جاؤ، اگر اُن پر چلے تو گر جاؤ گے۔ صراطِ مستقیم سے مراد اسلام ہے، پردے اللہ کی حدیں ہیں، کھلے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں / ممنوع کام ہیں اور صراطِ مستقیم کے سرے پر پکارنے والی اللہ کی کتاب ہے۔ اور دوسرے داعی سے مراد اللہ کی طرف سے ایک نصیحت کرنے والا (ضمیر) ہے جو ہر مسلمان کے دل کو یاد دہانی کراتا رہتا ہے۔''

⑩ 'اسلام' صراطِ مستقیم ہے، جیسا کہ سورۃ فاتحہ میں صراطِ مستقیم کو مغضوب علیہم: یہود اور ضالین: نصاریٰ دونوں سے جدا قرار دے کر متوسط و معتدل راستہ قرار دیا گیا ہے۔

⑪ اسلام ہر مقام پر توسط و اعتدال کا داعی ہے، چنانچہ برکت بھی کھانے کے وسط میں اُترتی ہے۔ امام کو اپنے درمیان میں کرنا چاہیے۔ جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ فردوس ہے جو أوسط الجنّة ہے۔ نبی کریم ﷺ نے

---

1. سنن ابن ماجہ، کتاب السنة، باب اتباع سنة رسول الله ﷺ: رقم ۱۱
2. مستدرک حاکم: کتاب الایمان: ۱/ ۱۴۵، رقم ۲۴۵، وقال: صحیح علی شرط مسلم، ووافقہ الذہبی اور شیخ شعیب ارناؤط نے مسند احمد میں اسے حسن کہا ہے۔ (۴/ ۱۸۳)

جھگڑا چھوڑنے والے کو وسطِ جنت میں گھر کی بشارت دی۔ اور زکوۃ میں درمیانہ مال ہی لینا چاہیے۔

⑪ اسلامی عقائد کا جوہر بھی وسطیت یعنی عدل و توسط ہے، امام حسن بصری لکھتے ہیں:

"دين الله وُضع فوق التقصير ودون الغلوّ"[1]

"اللہ کا دین، نقص و کمی سے اونچا اور شدت و انتہا سے نیچے بنایا گیا ہے۔"

⑬ نامور تابعی فقیہ، امام عامر شعبی (م ۱۰۰ھ) لکھتے ہیں:

"أحب أهل بيت نبيك ولا تكن رافضيا، واعمل بالقرآن ولا تكن حروريا، واعلم أن ما أصابك من سيئة فمن نفسك ولا تكن قدريا، وأطع الإمام وإن كان عبدًا حبشيا ولا تكن خارجيا، وقِف عند الشبهات ولا تكن مرجيا، وأحب صالح بني هاشم ولا تكن خشبيا، وأحب من رأيته يعمل الخير وإن كان أخرم سنديا."[2]

"اپنے نبی ﷺ کے اہل بیت سے محبت کر اور رافضی مت بن، قرآن پر عمل کر اور حروری نہ ہو جا، اور جان لے کہ جو بھی تجھے مشکل آتی ہے تو تیرے اپنے عمل کی بنا پر ہے، اور 'قدری' نہ بن۔ حاکم کی اطاعت کر اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اور خارجی مت بن۔ شکوک وشبہات کو چھوڑ دے اور مرجئی نہ ہو جا۔ بنو ہاشم میں سے نیک افراد سے محبت کر اور خشبی (وہ غالی رافضی جو امام معصوم کے بغیر لڑنے کے قائل نہیں) نہ ہو جا۔ اور ہر نیکو کار سے محبت کر، اگرچہ وہ ناقص اور عیب دار ہی کیوں نہ ہو۔"

⑭ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فإن الفرقة الناجية أهل السنة والجماعة يؤمنون بذلك، كما يؤمنون بما أخبر الله به في كتابه من غير تحريف ولا تعطيل، ومن غير تكييف ولا تمثيل، بل هم الوسط في فرق الأمة، كما أن الأمة هي الوسط في الأمم فهم وسط في باب صفات الله تعالى بين أهل التعطيل الجهمية وأهل التمثيل المشبهة. وهم وسط في باب أفعال الله بين الجبرية والقدرية وغيرهم، وفي باب وعيد الله بين المرجئة والوعيدية من القدرية وغيرهم، وفي باب أسماء الإيمان والدين بين الحرورية والمعتزلة وفي

---

۱ الاعتصام از امام شاطبی: ۱/ ۲۴۵

۲ تہذیب تاریخ دمشق: ۷/ ۱۴۷

أصحاب رسول الله ﷺ بين الرافضة والخوارج[1]

"فرقہ ناجیہ اہل السنہ والجماعہ اِن باتوں پر ایمان رکھتے ہیں، جس طرح وہ ہر اس بات پر ایمان رکھتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے، بلا کسی تحریف و تعطیل اور کیفیت و تمثیل کے بلکہ وہ اُمت کے گروہوں میں وسَط ہیں جیسا کہ یہ امت محمدیہ دیگر امتوں کی وسط ہے۔ اہل السنہ اللہ کی صفات میں تعطیل و تمثیل کرنے والوں کے درمیان ہیں، اللہ کے افعال میں جبریہ وقدریہ کے مابین ہیں، اللہ کی وعید میں مرجئہ اور وعیدی قدریہ کے مابین ہیں، دین اور ایمان کے ناموں میں حروریہ اور معتزلہ کے درمیان ہیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں رافضہ اور خوارج کے مابین ہیں۔"

⑮ مزید اہل السنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"فهذه الفرقة الناجية أهل السنة والجماعة هي وسط في النحل كما أن ملة الإسلام وسط في الملل"[2]

"فرقہ ناجیہ 'اہل السنہ والجماعہ' اسی طرح ہی مسالک و مکاتبِ فکر کے وسط میں ہے، جس طرح ملت اسلام، دیگر ملتوں کے وسط میں ہے۔"

اسلام میں شدت پسندی نہیں ہے!

شدت، تشدد اور انتہا پسندی کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں: غلُوّ، عُنف، تَطرُّف اور اسلام ان سب رویّوں کی مذمت کرتا ہے، یعنی انتہا پسندی کی ہر صورت کا مخالف ہے۔ قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں اُن کی مخالفت و تردید بیان ہوئی ہے۔

① غلو کا مطلب حد سے تجاوز کرنا جیسے کہ سورۃ النساء میں ہے:

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ﴾ (آیت ۱۷۱)[3]

"اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ پر مت کہو مگر حق۔"

یہی جملہ سورۃ المائدۃ میں بھی بیان ہوا ہے:

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ... ﴾ (آیت ۷۷)

---

۱ شرح العقیدۃ الواسطیہ: ۱۲۴

۲ عقیدہ اہل السنہ والفرقہ الناجیہ: ص ۱۰، ناشر: انصار السنہ المحمدیہ، مصر

۳ لسان العرب: ۱۵/۱۳۲

"کہہ دے اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو۔"

② سورۃ النساء والی آیت کی تفسیر میں مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"غلو کا معنیٰ ایسا مبالغہ ہے جو غیر معقول ہو۔ خواہ یہ مبالغہ افراط کی جانب ہو یا تفریط کی جانب۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کے بیٹے تھے اور اس کے بالکل برعکس یہود کا یہ عقیدہ کہ وہ نبی نہ تھے بلکہ یہود (معاذ اللہ) اُنہیں ولد الحرام سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے آپ کو سولی پر چڑھانے میں اپنی کوششیں صرف کر دیں۔ گویا ایک ہی رسول کے بارے میں غلو کی بنا پر اہل کتاب کے دونوں بڑے فرقے گمراہ ہو گئے۔"

③ سورۃ النساء والی آیت کی تفسیر میں حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"بعض علما نے لکھا ہے کہ یہ خطاب یہود و نصاریٰ دونوں سے ہے، اس لیے کہ 'غلو' راہِ اعتدال کے چھوڑ دینے کا نام ہے اور یہ افراط و تفریط (زیادتی اور کمی) دونوں صورتوں میں ہے۔ ایک طرف نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں افراط سے کام لے کر ان کو اللہ کا بیٹا قرار دے رکھا تھا، تو دوسری طرف یہود نے مسیح علیہ السلام سے متعلق یہاں تک تفریط برتی کہ ان کی رسالت کا بھی انکار کر دیا، قرآن نے بتایا کہ یہ دونوں فریق غلو کر رہے ہیں۔ اعتدال کی راہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ تو اللہ کے بیٹے ہیں کہ ان کو معبود بنا لیا جائے اور نہ جھوٹے نبی ہیں، بلکہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔"

④ اسی آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"غلو کا مطلب ہے کسی چیز کو اس کی حد سے بڑھا دینا۔ جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا کہ انہیں رسالت و بندگی کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا اور اُن کی اللہ تعالیٰ کی طرح عبادت کرنے لگے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو بھی غلو کا مظاہرہ کرتے ہوئے معصوم بناڈالا اور ان کو حرام و حلال کے اختیار سے نواز دیا... اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل کتاب کو دین میں اسی غلو سے منع فرمایا ہے۔ نبی ﷺ نے بھی عیسائیوں کے اس غلو کے پیش نظر اپنے بارے میں اپنی امت کو متنبہ فرمایا: «لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ»[1] "تم مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھایا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، پس تم مجھے اس کا بندہ اور

1 صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالی ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ...﴾: ۳۴۴۵

رسول ہی کہنا۔" لیکن افسوس اُمتِ محمدیہ اس کے باوجود بھی اس غلو سے محفوظ نہ رہ سکی جس میں عیسائی مبتلا ہوئے اور امت محمدیہ نے بھی اپنے پیغمبر کو بلکہ نیک بندوں تک کو خدائی صفات سے متصف ٹھہرا دیا جو دراصل عیسائیوں کا وطیرہ تھا۔"

⑤ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "حج کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی جمار کے لئے برابر کنکریوں کو جمع فرمایا اور انہیں ہاتھ میں لے کر فرمانے لگے:

«أَمْثَالَ هٰؤُلَاءِ، فَارْمُوا» ثُمَّ قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ»[1]

"ان جیسی کنکریاں مارو۔" پھر فرمایا: "لوگو! دین میں غلو (حد سے بڑھنے) سے پرہیز کرو۔ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے تباہ کیا ہے۔"

⑥ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ»[2]

"بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم کو دارین کے فوائد حاصل ہوں گے) اور صبح شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔"

حافظ ابن رجب اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

والتسديد: العمل بالسداد، وهو القصد والتوسط في العبادة، فلا يقصر فيما أمر به، ولا يتحمل منها ما لا يطيقه[3]

"سیدھا کرنے سے مراد عمل میں سدھار ہے۔ یعنی عبادات میں توسط اور میانہ روی اختیار کرنا، جس کا حکم ہے اس سے کمی نہ کرنا اور طاقت سے زیادہ کا بوجھ نہ اُٹھانا۔"

---

۱ سنن ابن ماجہ، كتاب المناسك، باب قدر حصى الرمي: رقم ۳۰۲۹، السلسلة الصحيحة: رقم ۱۲۸۳

۲ صحیح بخاری، كتاب الإيمان، باب الدين يُسر: رقم ۳۹

۳ المحجة في سير الدلجة از ابن رجب: ص ۵۱

⑦ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ غُلوّ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الغلو مجاوزة الحد: مجاوزة بأن يزاد في الشيء في حمده أو ذمه على ما يستحق ونحو ذلك[1]

"غلو سے مراد 'حد سے تجاوز' کرنا ہے۔ یعنی کسی شے کی تعریف یا مذمت میں اس سے اضافہ کرنا جس کی وہ مستحق ہے۔"

⑧ عُنف اس شدت و سختی کو کہتے ہیں جو نرمی اور سہولت کے برعکس[2] ہو۔ جیسا کہ فرمانِ رسالت ہے:

« يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ»[3]

"اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نرمی والا ہے اور نرمی ہی کو پسند کرتا ہے اور نرمی کی بنا پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو درشت مزاجی کی بنا پر عطا نہیں فرماتا، وہ اسکے علاوہ کسی اور بات پر اتنا عطا نہیں فرماتا۔"

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّفًا وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا»[4]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ مجھے تو تعلیم دینے والا اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

⑨ تطرُّف سے مراد: غلو، مبالغہ اور کسی شے کے انتہائی پہلو کو اختیار کر لینا۔[5]

غلو اور عنف کی مذمت زبان رسالت سے اوپر درج کی گئی ہے، جبکہ تطرف یعنی انتہا پسندی کا لفظ عربی زبان میں انہی مذموم معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ اسلام نے درجنوں مقامات پر نرمی کی تلقین کی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں سیدنا موسیٰ کو دربار فرعون میں جاتے ہوئے حکم ربانی ہوا:

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾[6]

---

١ اقتضاء الصراط المستقیم از ابن تیمیہ: ١/٢٨٩

٢ لسان العرب: ٩/٢٥٧

٣ صحیح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الرفق: ٦٦٠١

٤ مسند احمد: ١٤٥٥٥

٥ لسان العرب: ٩/٢١٧

٦ سورة طہٰ: ٤٤

''پس اس سے بات کرو، نرم بات، شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرلے، یا ڈر جائے۔''

مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''فرعون سے جو بات کہیں نرمی کے لہجہ میں کہیں۔ کیونکہ سختی سے بات کرنے سے بسا اوقات الٹا اثر ہوتا ہے۔ مخاطب اصل بات سمجھنے کی بجائے طرزِ تخاطب اور لہجہ کی بنا پر ضد اور مخالفت پر اتر آتا ہے۔ گویا تبلیغ اور دعوت دین کا کام کرنے والوں کے لئے یہ ایک نہایت اہم سبق ہے۔''

اور ایک فرمانِ رسالت ہے:

«إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ»[1]

''نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے، اس کو زینت بخش دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نرمی نکال دی جاتی ہے، اسے معیوب کر دیتی ہے۔''

'ارہاب' کا مفہوم

اسلام نے توازن واعتدال کے لئے وسط، وسطیٰ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور اس کی ہر پہلو سے ترغیب دی ہے، جبکہ شدت پسندی کے لئے غلو اور عنف وغیرہ کے لفظ بولے ہیں، اور ان کی مذمت کی ہے۔ انہی معانی سے ملتا جلتا لفظ إرھاب ہے۔ عربی زبان میں اس رَھَب کا مطلب 'ڈرانا، خوف دلانا اور دوسرے کو متفکر کرنا'[2] ہے۔ اسی لفظ کو 'دہشت گردی' کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ قرآن کریم میں بارہ مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ اس کو تین بڑے معانی میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

a. اللہ سے ڈر اور اس کی خشیت پر ۔۔۔ ۵/ آیات

b. ڈر میں زیادتی کی بنا پر عبادت میں غلو اختیار کرنا ۔۔۔ ۴/ آیات

c. لوگوں میں رعب اور خوف قائم کرنا ۔۔۔ ۳/ آیات

اجمالاً یہ پانچ آیات مندرجہ ذیل ہیں، جن میں پہلا مطلب پایا جاتا ہے:

① ﴿وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ۝﴾[3] 'اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔''

---

۱ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق: ۲۶۰۲

۲ خافَه ... وأرْهَبَه ورَهَّبه واسترْهَبَه: أخافَه وفَزَّعه (لسان العرب: ۱/۴۳۶، مفردات القرآن: ص ۲۰۴ (رھب)

۳ سورۃ البقرۃ: ۴۰

② ﴿فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴾[1] ''پس صرف مجھ سے ہی ڈرو۔''

③ ﴿لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴾[2] ''وہ اپنے ربّ سے ہی ڈرتے ہیں۔''

④ ﴿وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا﴾[3] ''اور وہ ہمیں اُمید اور خوف (کی ملی جلی کیفیت) سے پکارتے ہیں۔''

⑤ ﴿وَّ اضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ﴾[4] ''اور خوف سے (بچنے کے لئے) اپنے بازو اپنی طرف ملالے۔''

جبکہ ڈر میں زیادتی کی بنا پر عبادت میں 'رہبانیت' کے معنی میں چار آیات آئی ہیں:

① ﴿مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا﴾[5]

''ان میں علماء اور عبادت کے لئے گوشہ نشین درویش پائے جاتے ہیں۔''

② ﴿اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾[6]

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو ربّ بنایا ہے۔''

③ ﴿اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾[7]

''بہت سارے عالم اور راہب / درویش لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں۔''

④ ﴿وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ﴾[8]

''رہبانیت (ترکِ دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی، ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا۔''

تیسرے معنی یعنی خوف و دہشت اور رعب قائم کرنے کے معنی میں آنے والی آیات تین ہیں:

① ﴿سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ﴾[9]

''تو لوگوں کی نگاہوں پر جادو کر دیا اور اُن پر دہشت غالب کر دی۔''

---

۱ سورۃ النحل:۵۱

۲ سورۃ الاعراف:۱۵۴

۳ سورۃ الانبیاء:۹۰

۴ سورۃ القصص:۳۲

۵ سورۃ المائدۃ:۸۲

۶ سورۃ التوبۃ:۳۱

۷ سورۃ التوبۃ:۳۴

۸ سورۃ الحدید:۲۷

۹ سورۃ الاعراف:۱۱۶

② ﴿لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾[1]

"(مسلمانو!) تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ کی ہیبت کے بہت زیادہ ہے۔"

③ ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾[2]

"تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی مقدور بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کو تیار رکھ کر اس سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھو۔"

قرآن کریم میں 'رہب' کے مذکورہ اطلاقات کا جائزہ لیا جائے تو پہلی پانچ آیات میں اس کو مثبت مفہوم میں لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ اسی سے 'رہبت' کرو۔ اگلے چار اطلاقات ان معانی کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو عیسائیوں نے رہبانیت کے نام پر خرافات گھڑلی تھیں، پھر آیات ۱۰ اور ۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے اسے کفار کا وصف بتلایا ہے کہ وہ ڈر گئے۔ جبکہ آخری آیت میں اہل اسلام سے اس بات کا تقاضا کیا ہے کہ اتنی تیاری رکھو کہ دشمنوں پر اپنا خوف اور رعب قائم کردو۔ چنانچہ علم ہوا کہ رہب وارہاب کے الفاظ مثبت اور منفی دونوں معانی کے لئے مستعمل ہیں، اور 'ارہاب' کو صرف منفی معنی میں استعمال کرنا قرآنی استعمال کے مخالف ہے۔ اس لئے دہشت گردی اور انتہاپسندی کی مذمت کے لئے ان اصطلاحات کا سہارا لینا چاہیے جو اسلامی لٹریچر میں صرف منفی مطلب کے لئے استعمال ہوئی ہیں (جیسے غلو اور عُنف وغیرہ) اور دین نے مسلمانوں کو ان سے روکا ہے۔ الغرض اصطلاح 'ارہاب' کے بارے میں بھی ہمیں انتہاپسندی کو ترک کرنا چاہیے۔

اسلام میں توازن واعتدال کے مظاہر

① اسلام سراسر توازن واعتدال کو پروان چڑھاتا ہے، اور یہ توازن زندگی کے ہر پہلو میں نظر آتا ہے۔ چنانچہ یہ مشہور واقعہ اسی طرف رہنمائی کرتا ہے، جو سیدنا انس ؓ بن مالک سے مروی ہے:

جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ. قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا. فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَيْهِمْ

---

۱ سورۃ الحشر:۱۳

۲ سورۃ الانفال:۶۰

فَقَالَ: «أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ للهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي».[1]

"تین حضرات (سیدنا علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب اُنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتایا گیا تو گویا اُنہوں نے اپنی روز مرہ کی عبادت کو انتہائی کم تر سمجھا اور کہا کہ ہم کہاں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہاں!! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے عزم کیا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان سے پوچھا: کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ ربّ العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور کبھی نفلی روزے چھوڑ دیتا ہوں۔ رات کی نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میری سنت سے جس نے بے رغبتی کی، وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

④ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤاخاتِ مدینہ میں سیدنا سلمانؓ اور سیدنا ابو درداءؓ کے مابین بھائی چارہ قائم کر دیا:

فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا :مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُوالدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا، فَجَاءَ أَبُوالدَّرْدَاءِ، فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ :كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُوالدَّرْدَاءِ يَقُومُ، فَقَالَ: نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ: نَمْ، فَلَمَّا كَانَ آخِرُ اللَّيْلِ، قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الآنَ، قَالَ: فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «صَدَقَ سَلْمَانُ»[2]

"ایک مرتبہ سلمان فارسیؓ، ابو درداءؓ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے اور اُمّ درداء رضی اللہ عنہا کو

---

۱ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغيب في النكاح: ۵۰۶۳

۲ صحیح بخاری: ۶۱۳۹، کتاب الادب، باب صنع الطعام والتكلف للضيف

بڑی خستہ حالت میں دیکھا اور پوچھا: کیا حال ہے ؟ وہ بولیں تمہارے بھائی ابو درداء کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ پھر ابو درداء تشریف لائے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ کھائیے، میں روزے سے ہوں۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بولے کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا، جب تک آپ بھی نہ کھائیں۔ چنانچہ ابو درداء نے بھی کھایا، رات ہوئی تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کی تیاری کرنے لگے۔ سلمان نے کہا کہ سو جایئے تو وہ سو گئے، (کچھ وقت گزرا) تو وہ پھر نماز تہجد کے لئے اُٹھے، تو سلمان نے کہا: سو جایئے (تو وہ سو گئے) پھر جب آخر رات ہوئی تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اُٹھیے، بعد ازاں دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بلاشبہ تمہارے ربّ کا تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، پس سارے حق داروں کے حقوق ادا کرو۔ اس کے بعد وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا ہے۔"

(۳) مذکورہ بالا واقعات معاشرتی زندگی اور عبادات میں توازن واعتدال کا درس دیتے ہیں، عبادات میں توسط کی ایک اور اہم مثال یہ واقعہ بھی ہے، جسے سیدنا انس بن مالک نے روایت کیا ہے:

دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ: «مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟» قَالُوا: هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ. فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا، حُلُّوهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ»[1]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ کی نظر ایک رسّی پر پڑی جو دو ستونوں کے درمیان تنی ہوئی تھی۔ دریافت فرمایا کہ یہ رسّی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے باندھی ہے، جب وہ (نماز میں کھڑی کھڑی) تھک جاتی ہیں تو اس کا سہارا لے لیتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ رسّی نہیں ہونی چاہیے، اسے کھول ڈالو۔ تم میں ہر شخص کو چاہیے کہ جب تک دل لگے نماز پڑھے، تھک جائے تو بیٹھ جائے۔"

اس حدیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عنوان قائم کیا ہے: باب ما يُكره من التشديد في العبادة یعنی "عبادت میں شدت اختیار کرنا ناپسندیدہ ہے۔"

---

1 صحیح بخاری: ۱۱۵۰، كتاب التهجد، باب ما يكره من التشديد في العبادة

④ ایک عورت ساری رات عبادت کرتی رہتی، نبی کریم ﷺ نے اسے، اس عمل سے روک دیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ

كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «مَنْ هَذِهِ؟» قُلْتُ: فُلَانَةُ لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ، فَذُكِرَ مِنْ صَلَاتِهَا. فَقَالَ: «مَهْ، عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا».[1]

”میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں۔ ان کی نماز کا آپ کے سامنے ذکر کیا گیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ بس تمہیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنے کی تم میں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں، تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔“

⑤ خرچ کرنے میں بھی اسلام اسی توسط و اعتدال کا حکم دیتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ۝٦٧﴾[2]

”اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ ان کا خرچ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔“

مفسر قرآن مولانا عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اسراف کا اطلاق کسی کام میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے پر ہوتا ہے، مثلاً کھانے پینے یا لباس یا مکان یا شادی بیاہ وغیرہ پر بے دریغ خرچ کر دینا۔ ایک بلب کی ضرورت ہو تو زیادہ بلب لگا دینا، تھوڑے پانی سے کام چلتا ہو تو بے دریغ پانی بہا دینا۔ یا اپنی ہمت اور مقدور سے زیادہ خرچ کر دینا، پھر قرض اتارتے رہنا یا مانگنا شروع کر دینا۔ ایسی فضول خرچیوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ پھر اسراف کی ایک قسم تبذیر ہے، جس کا معنی ہے بلا ضرورت خرچ کرنا، مثلاً دن کو بھی گلی میں بلب جلائے رکھنا، یا پانی کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دینا۔ اسی طرح ناجائز کاموں میں خرچ کرنا بھی تبذیر ہے، جیسے شراب، زنا، جوئے، گانے بجانے یا آتش بازی وغیرہ ایسے کاموں میں ایک پیسہ بھی خرچ کرنا حرام ہے۔ اسراف کی ضد قتور ہے، جو قَتَرَ يَقْتُرُ قَتْرًا وَ قُتُوْرًا سے ہے۔ باب 'افعال' اور 'تفعیل' سے إِقْتَارٌ اور

۱ صحیح بخاری:۱۱۵۱ کتاب التهجد، باب ما یکره من التشدید في العبادة

۲ سورۃ الفرقان:۶۷

تَقْتِیْرٌ بھی اسی معنی میں آتا ہے، یعنی خرچ میں تنگی کرنا، شدید بخل کہ مقدور ہوتے ہوئے بھی ضرورت سے کم خرچ کرنا اور مال کو جوڑ جوڑ کر رکھنا، اپنی ذات اور اہل و عیال کی جائز ضروریات میں بھی بخل کرنا۔ اسراف اور تقتیر کے درمیان کی صفت کا نام اقتصاد (میانہ روی) ہے، یعنی اتنا خرچ کرنا جتنی ضرورت ہے اور جتنی ہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ قَوَامٌ دو چیزوں کے عین درمیان کو کہتے ہیں۔ مزید دیکھیے سورۃ انعام (۱۴۲)، اعراف (۳۱) اور بنی اسرائیل (۲۶،۲۹)۔"

مفسر قرآن مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اسراف اور بخل کے درمیان کی صفت کا نام اقتصاد یا قصد ہے اور اسی صفت کو اسلام نے پسند کیا ہے۔ اقتصاد یہ ہے کہ انسان اپنی جائز ضرورتوں پر خرچ اور اتنا ہی خرچ کرے جتنا ضرور ہو نہ کم نہ زیادہ۔ حتی کہ اگر اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہو تو بھی یہی بات مد نظر رکھنی چاہئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "صدقہ وہی بہتر ہے جس کے بعد انسان خود محتاج نہ ہو جائے۔"[1] اور اعتدال کی روش اختیار کرنے کے بعد اگر کسی کے پاس مال بچ رہتا ہے تو اسے اپنے اقربا اور دوسرے حاجت مندوں کی ضرورتوں پر خرچ کرنا چاہئے۔"

عقائد میں توسط و اعتدال

اسلام ہر پہلو سے توازن واعتدال کا درس دیتا ہے، یہ اعتدال اسلامی تعلیمات میں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ عقائد، ارکانِ ایمان، عبادات و معاملات اور نکاح و طلاق میں اس کی دسیوں مثالیں موجود ہیں۔ عقائد و نظریات چونکہ انسانی اعمال کی اساس ہیں، اس لئے اسلامی عقائد میں یہ توازن و توسط، عملی رویّہ کی بنیاد ہے۔ چنانچہ ذکر ہو چکا ہے کہ مسلمان مغضوب علیہم یعنی یہود اور ضالین یعنی نصاریٰ کے مابین ہیں۔ اور اسلام نام ہی صراطِ مستقیم کا ہے جو مختلف انتہائی راستوں کے مابین ہے۔ سیدنا عیسیٰ اور سیدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں اسلامی عقیدہ جو مبنی بر حق اور قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، اسے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے سن کر نجاشی یہ کہہ اُٹھا تھا کہ اس میں کوئی افراط و تفریط نہیں اور یہی عین حق ہے۔ اسی طرح امام شعبی اور امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ کی زبانی مختلف فرقوں کے رجحانات کے مابین متوسط اعتقاد کا حامل اہل السنہ اور سلفیہ کو قرار دیا گیا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب وجوب النفقة على الأهل و العيال

ماضی میں کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے مسئلے پر مسلمانوں میں کئی فرقے بنے۔ معتزلہ اور خوارج کا موقف یہ تھا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب خارج از اسلام ہے، اور آخرت میں وہ جہنمی ہے۔ مرجئہ اس کے بالمقابل اس عقیدہ کے قائل ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والے کے ایمان میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ جبکہ سلفیہ اور اہل السنہ والجماعہ کا مشہور موقف 'دونوں کے مابین' ہے۔ چنانچہ عقائد کی مستند ترین کتاب شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے:

فَهؤُلَاءِ فِي طَرَفٍ، وَالْخَوَارِجُ فِي طَرَفٍ، فَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ نُكَفِّرُ الْمُسْلِمَ بِكُلِّ ذَنْبٍ، أَوْ بِكُلِّ ذَنْبٍ كَبِيرٍ، وَكَذَلِكَ الْمُعْتَزِلَةُ الَّذِينَ يَقُولُونَ يَحْبَطُ إِيمَانُهُ كُلُّهُ بِالْكَبِيرَةِ، فَلَا يَبْقَى مَعَهُ شَيْءٌ مِنَ الْإِيمَانِ. لَكِنَّ الْخَوَارِجَ يَقُولُونَ: يَخْرُجُ مِنَ الْإِيمَانِ وَيَدْخُلُ فِي الْكُفْرِ! وَالْمُعْتَزِلَةُ يَقُولُونَ: يَخْرُجُ مِنَ الْإِيمَانِ وَلَا يَدْخُلُ فِي الْكُفْرِ، وَهَذِهِ الْمَنْزِلَةُ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ!! وَبِقَوْلِهِمْ بِخُرُوجِهِ مِنَ الْإِيمَانِ أَوْجَبُوا لَهُ الْخُلُودَ فِي النَّارِ!... أَنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ مُتَّفِقُونَ كُلُّهُمْ عَلَى أَنَّ مُرْتَكِبَ الْكَبِيرَةِ لَا يَكْفُرُ كُفْرًا يَنْقُلُ عَنِ الْمِلَّةِ بِالْكُلِّيَّةِ، وَأَهْلُ السُّنَّةِ أَيْضًا مُتَّفِقُونَ عَلَى أَنَّهُ يَسْتَحِقُّ الْوَعِيدَ الْمُرَتَّبَ عَلَى ذَلِكَ الذَّنْبِ، كَمَا وَرَدَتْ بِهِ النُّصُوصُ، لَا كَمَا يَقُولُهُ الْمُرْجِئَةُ مِنْ أَنَّهُ لَا يَضُرُّ مَعَ الْإِيمَانِ ذَنْبٌ، وَلَا يَنْفَعُ مَعَ الْكُفْرِ طَاعَةٌ! وَإِذَا اجْتَمَعَتْ نُصُوصُ الْوَعْدِ الَّتِي اسْتَدَلَّتْ بِهَا الْمُرْجِئَةُ، وَنُصُوصُ الْوَعِيدِ التي استدلت بها الخوارج والمعتزلة، تبينت لَكَ فَسَادُ الْقَوْلَيْنِ![1]

"مرجئہ ایک انتہا پر ہیں اور خوارج دوسری انتہا پر۔ خوارج کا کہنا ہے کہ ہر گناہ یا کبیرہ گناہ کی بنا پر ہم مسلمان کی تکفیر کریں گے، اور ایسے ہی معتزلہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہر کبیرہ گناہ کے ساتھ ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور ایمان کا کچھ بھی حصہ باقی نہیں رہتا۔ تاہم خوارج کہتے ہیں کہ وہ شخص اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا اور معتزلہ کہتے ہیں کہ ایمان سے تو نکل گیا لیکن کفر میں داخل ہونے کی بجائے منزلہ بین المنزلتین میں ہے۔ اور دونوں کا موقف ہے کہ ایمان سے نکل جانے کی بنا پر اب وہ آخرت میں دائمی جہنمی ہو گا۔ جبکہ اہل السنّہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرتکب کبیرہ ایسا کافر نہیں جو کلی طور پر ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو جائے اور اہل السنّہ کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ گناہ کرنے کی بنا پر وہ اس وعید کا مستحق ہے جو احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ نہ کہ مرجئہ کی طرح کہ ایمان کے ساتھ گناہ کا کوئی نقصان ہی نہیں ہوتا اور کفر کے ساتھ طاعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور جب آپ وعدۂ نجات کی نصوص کو

---

1 شرح عقیدہ طحاویہ از محمد ابن ابی العز حنفی: ۲۹۸، طبع وزارت اوقاف، سعودی عرب ۱۴۱۸ھ

جن سے مرجئہ استدلال کرتے ہیں اور وعید وسزا والی نصوص کو اکٹھا کریں گے تو دونوں کے موقفوں کی غلطی آپ پر واضح ہو جائے گی۔"

معتزلہ اور خوارج کا یہ موقف کہ گناہ گار شخص لازمی جہنمی ہے، اس موقف سے بھی اہل السنّہ کو اتفاق نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ گناہ نہ تو زندگی میں کسی مسلمان کے کافر ہونے کی دلیل ہیں اور نہ ہی یہ اس کے لازمی جہنم میں جانے کی وجہ ہے، اس سلسلے میں اہل السنّہ صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ

أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللهِ وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَلْعَنُوهُ فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ»[1]

"نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص، جس کا نام عبد اللہ تھا اور 'حمار' (گدھا) کے لقب سے پکارے جاتے تھے، وہ آنحضرت ﷺ کو ہنساتے تھے اور آنحضرت ﷺ نے اُنہیں شراب پینے پر مارا تھا تو اُنہیں ایک دن لایا گیا اور آنحضرت ﷺ نے اُن کے لیے حکم دیا اور اُنہیں مارا گیا۔ حاضرین میں ایک صاحب نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے! کتنی مرتبہ تجھے اس سزا کے لئے لایا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو واللہ، میں نے اس کے متعلق یہی جانا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔"

اس واقعہ اور فرمان سے علم ہوا کہ گناہ گار شخص کے لئے لازمی نہیں کہ اس کو کافر قرار دیا اور اس پر لعنت کی جائے۔ ایسے ہی کسی گناہ گار کے جہنمی ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَوَاخِيَيْنِ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يُذْنِبُ، وَالْآخَرُ مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ، فَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ، فَيَقُولُ: أَقْصِرْ، فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ، فَقَالَ لَهُ: أَقْصِرْ، فَقَالَ :خَلِّنِي وَرَبِّي! أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيبًا؟! فَقَالَ: وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لَكَ- أَوْ- لَا يُدْخِلُكَ اللهُ الْجَنَّةَ، فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا، فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَقَالَ لِهَذَا الْمُجْتَهِدِ: أَكُنْتَ بِي عَالِمًا؟ أَوْ كُنْتَ عَلَى مَا فِي يَدِي قَادِرًا؟ وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، وَقَالَ لِلْآخَرِ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ».

1 صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر: ۶۷۸۰

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ[1]!

"بنو اسرائیل میں دو آدمی آپس میں بھائی بنے ہوئے تھے۔ ایک گناہوں میں ملوث تھا جب کہ دوسرا عبادت میں کوشاں رہتا تھا۔ عبادت میں راغب جب بھی دوسرے کو گناہ میں دیکھتا تو اسے کہتا کہ باز آ جا۔ آخر ایک دن اس نے دوسرے کو گناہ میں پایا تو اسے کہا کہ باز آ جا۔ اس نے کہا: مجھے رہنے دے، میرا معاملہ میرے ربّ کے ساتھ ہے، کیا تو مجھ پر کوئی چوکیدار بنا کر بھیجا گیا ہے؟ تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تجھے معاف نہیں کرے گا یا تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ دونوں فوت ہو گئے اور رب العالمین کے ہاں جمع ہوئے، تو اللہ نے عبادت میں کوشش کرنے والے سے فرمایا: "کیا تو میرے متعلق (زیادہ) جاننے والا تھا یا جو میرے ہاتھ میں ہے تجھے اس پر قدرت حاصل تھی؟ اور پھر گناہ گار سے فرمایا: جا میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا۔ اور دوسرے کے متعلق فرمایا: اسے جہنم میں لے جاؤ۔" سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے ایسی بات کہہ دی جس نے اس کی دنیا اور آخرت تباہ کر کے رکھ دی۔"

سنن ابو داود کی اس حدیث پر شارح لکھتے ہیں:

"امر بالمعروف نہی عن المنکر کے مبارک اعمال میں مشغول افراد کو حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ نیز اُنھیں اپنے اعمالِ خیر پر کسی طرح دھوکہ نہیں کھنا چاہیئے کہ وہ یقیناً جنت میں چلے جائیں گے اور گنہگار مسلمانوں کے متعلق یہ وہم نہی ہونا چاہیئے کہ اللہ اُنھیں معاف نہیں کرے گا یا وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔ اللہ عزوجل کا میزانِ عدل بڑا دقیق اور عجیب ہے۔ اللہ عزوجل نے جو بھی فیصلے فرمائے اور جو فرمائے گا، وہ عدل ہی پر مبنی ہیں۔" (شرح دار السلام)

مذکورہ بالا احادیث سے استدلال کرنے کے بعد شارح عقیدہ طحاویہ محمد بن ابی العز حنفی لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ مِنْ أَعْظَمِ الْبَغْيِ أَنْ يُشْهَدَ عَلَى مُعَيَّنٍ أَنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ لَهُ وَلَا يَرْحَمُهُ بَلْ يُخَلِّدُهُ فِي النَّارِ، فَإِنَّ هَذَا حُكْمُ الْكَافِرِ بَعْدَ الْمَوْتِ.[2]

"سب سے بڑی سرکشی اور زیادتی یہ ہے کہ کسی متعین شخص کے بارے میں یہ گواہی صادر کر دی جائے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو اسے معاف کریں گے اور نہ ہی رحم کریں گے، بلکہ اس کو ہمیشہ کے لئے جہنم

---

۱ سنن ابو داود، کتاب الادب: ۴۹۰۱، صحیح کما قالہ الالبانی

۲ شرح عقیدہ طحاویہ از محمد ابن ابی العز حنفی: ص ۲۹۹، طبع وزارت اوقاف، سعودی عرب ۱۴۱۸ھ

رسید کر دیں گے۔ ایسا صرف کافر کے بارے میں، اُس کی موت کے بعد کہا جا سکتا ہے۔"

عقیدہ طحاویہ کے متن پر سلفیہ کے امام شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ یوں حاشیہ لکھتے ہیں:

أن أهل السنة والجماعة لا يكفّرون المسلم الموحد المؤمن بالله واليوم الأخر بذنب يرتكبه كالزنا وشرب الخمر والربا وعقوق الوالدين وأمثال ذلك ما لم يستحل ذلك فإن استحله كفر لكونه بذلك مكذباً لله ولرسوله خارجاً عن دينه أما إذا لم يستحل ذلك فإنه لا يكفر عند أهل السنة والجماعة بل يكون ضعيف الإيمان وله حكم ما تعاطاه من المعاصي في التفسيق وإقامة الحدود وغير ذلك[1]

"اہل السنہ والجماعہ کسی مسلم موحد اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کو کبیرہ گناہ مثلاً زنا، شراب، والدین کی نافرمانی وغیرہ جیسے اُمور پر کافر قرار نہیں دیتے، جب تک وہ ان گناہوں کے حلال ہونے کا اعتقاد نہ رکھے۔ اگر وہ ان گناہوں کو جائز سمجھے گا، تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکام کی تکذیب کی بنا پر وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر جائز نہ سمجھے تو اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ وہ ضعیف الایمان ہو گا، اور شریعتِ مطہرہ کے احکام کے مطابق اس پر گناہوں کی سزا اور حدود کا نفاذ کیا جائے گا۔"

سلفی اور اہل السنّہ عقائد کے ہر باب میں توسط واعتدال کے قائل وفاعل ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو اسلام سے خارج تو نہیں کہا جائے گا، اور آخرت میں اس کے جہنمی ہونے کا فیصلہ بھی نہیں کیا جائے گا، تاہم اس کو ان سزاؤں کا سامنا کرنا پڑے گا، جو شریعتِ اسلامیہ میں ذکر ہوئی ہیں۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سنگین جرائم پر کفر کا اطلاق کیا ہے تو اس پر کفر کا اطلاق بھی کیا جائے گا، تاہم یہ کفر ملت سے خارج کرنے والا نہیں، بلکہ کفر عملی یا کفر حقیقی سے چھوٹا کفر (کفر دون کفر) کہلائے گا۔ اس موضوع کی دیگر بہت سی تفصیلات ہیں جو عقائد سلفیہ کی مستند اور مرکزی کتب میں بیان ہوئی ہیں۔

ان تفصیلات کو آئندہ شمارے میں بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

پیش نظر مضمون جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) کے شیوخ الحدیث فضیلۃ الشیخ مولانا محمد رمضان سلفی اور فضیلۃ الشیخ مولانا مبشر احمد ربانی حفظہما اللہ تعالیٰ کی نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا۔ جزاہم اللہ خیرا

---

1 التعليقات الأثرية على العقيدة الطحاوية، تحت قوْلِه: وَلَا نُكَفِّرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ، مَا لَمْ يَسْتَحِلَّهُ

مدینہ نبویہ کے فضائل وآداب

۳؍مارچ۲۰۱۷ء؍۴جمادی الآخرۃ ۱۴۳۸ھ کو مسجدِ نبوی کا تاریخی خطبہ جمعہ

امام کعبہ ڈاکٹر شیخ عبد الرحمٰن السدیس حفظہ اللہ

پہلا خطبہ

بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ۔ میرے پروردگار! ہم تیری ہی حمد بیان کرتے ہیں، تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے تیری طرف ہی رجوع کرتے ہیں، تمام کے تمام کلماتِ خیر سے تیری ثنا بیان کرتے ہیں۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ لَا انْقِضَاءَ لِعَهْدِهِ عَلَى ... عَدِّ مَا أَسْدَى وَقَدْ قَصُرَ الشُّكْرُ

''ہم اللہ تعالیٰ کی لامتناہی تعریفیں کرتے ہیں، اس کی نعمتوں کے برابر حمد بیان کرتے ہیں پھر بھی حال یہ ہے کہ اس کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔''

میں اللہ تعالیٰ کی ڈھیروں نعمتوں پر اس کی حمد بیان کرتا ہوں، اس کے مسلسل فضل پر اسی کا شکر گزار ہوں، وہ پاک ہے، وہی احسان کرنے والا اور صاحبِ اقتدار ہے، وہ پیدا کرنے اور پھر مقام بخشنے میں بھی یکتا ہے، قرآن مجید میں اسی کا فرمان ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ﴾[1]

''اور تیرا ربّ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے پسندیدہ بنالیتا ہے۔''

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی غالب اور بخشنے والا ہے۔ وہ پاک ہے، وہی معبود ہے، وہ تنہا اور زبردست ہے، نیز میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے چنیدہ اور پسندیدہ بندے ہیں۔ مدینہ کی سرزمین اور دیارِ انصار میں آپ سے افضل کسی شخصیت نے قدم نہیں رکھا۔ مدینہ جلیل القدر صحابہ کرام کی ہجرت گاہ ہے،

---

۱ سورۃ القصص:۶۸

اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی پاکیزہ آل، نیکوکار صحابہ کرام کے ساتھ تابعین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل فرمائے۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اللہ کے بندو! خیر الخلق کے منبر سے میں سب سامعین اور اپنے آپکو بہترین نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اپناؤ کیونکہ یہ تمام بھلائیوں کا مرکز، برکتوں کا سرچشمہ، مصیبتوں سے امان اور تکلیفوں سے تحفظ کا باعث ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴾[1]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے کماحقُّہ ڈرو اور تمہیں موت آئے تو صرف اسلام کی حالت میں۔''

مِلاكُ الأمر تَقْوى اللهِ فاجعَلْ تُقاهُ عُـدَّةً لِصَلاحِ أمْرِكْ

وبادِرْ نَحْوَ طاعَتِهِ بعَـزْمٍ فَـما تَدرِي مَتى يُمْضَى بعُمْرِكْ

''ہر چیز کا خلاصہ تقویٰ الٰہی ہے؛ اس لیے تقوی کو ہی اپنے معاملات سنوارنے کے لیے ہتھیار بناؤ۔ فوری طور پر پورے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مگن ہو جاؤ؛ کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ زندگی کب ختم ہو جائے!''

اللہ کے بندو! کائنات میں غور و فکر کرنے والا اس نتیجے پر پہنچے گا کہ وحدانیتِ الٰہی کی سب سے عظیم دلیل، اس کی ربوبیت پر اعلیٰ ترین شہادت، اس کی کمالِ حکمت، قدرت اور علم کی برہان یہ ہے کہ وہ شخصیات اور جگہوں میں سے جسے چاہتا ہے، اپنا بناتا ہے، جس چیز اور وقت کو چاہے وہ خاص بنا دیتا ہے، اس کے مقاصد اور اہداف نہایت بلند ہوتے ہیں، چنانچہ اس کی وجہ سے لوگوں کو فائدہ بھی ہوتا ہے؛ اس عمل میں اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اپنی مرضی سے چناؤ کرتا ہے اور اپنی مرضی سے معاملات نمٹاتا ہے: ﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ﴾[2]

''اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے پسندیدہ بنالیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں میں طیبۃ الطیبہ یعنی مدینہ نبویہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا چنیدہ بنایا؛ کیونکہ اس

---

1 سورۃ آل عمران:۱۰۲

2 سورۃ القصص:٦٨

شہر نے رسول اللہ ﷺ کی جائے ہجرت بنناتھا۔ یہ مکہ کے بعد بہترین، اعلیٰ اور افضل مقام ہے۔ حرمت، مقام، عظمت اور احترام میں مکہ کے بعد ہے، یہ شہروں میں انمول موتی، آنکھوں کے لیے ٹھنڈک، علاقوں کے لیے زینت اور تر و تازگی کا باعث ہے۔ یہی رسول اللہ ﷺ کا شہر ہے، سرسبز و شادابی کا ماخذ ہے، یہی پہلی اسلامی سلطنت ہے، یہیں پر دینی اُصول وضوابط مکمل ہوئے، اسی کی پاک دھرتی پر اسلام کے احکامات نافذ کیے گئے۔ اس اسلامی سلطنت کی تاریخ پڑھتے ہوئے پوری اُمت کی تاریخ سامنے آجاتی ہے، اور اُمت کی تاریخ اسی دن سے شروع ہوتی ہے جب اس اسلامی سلطنت میں فجر کی پو پھوٹی تھی۔ اس سلطنت کی تاریخ تمام اعلیٰ اخلاقیات اور اقدار سے بھرپور ہے۔ چاہے ان کا تعلق ایمانیات، عقائد، عمرانیات، علم اور تہذیب کسی بھی چیز سے ہو، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾[1]

"لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، تمہیں قبائل اور خاندانوں میں ایک دوسرے کے تعارف کے لیے تقسیم کیا؛ بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں تم سے معزز ترین وہی ہے جو زیادہ متقی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے اور خبر رکھنے والا ہے۔"

مدینہ منورہ خیر و برکت ہمیشہ نہال رہا، یہ پاکیزہ اور پیارا شہر ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کا آفاقی پیغام پھیلنے کا مرکز بنایا، یہاں پر اپنی وحی نازل فرمائی، اپنے مجتبیٰ اور مصطفیٰ نبی ﷺ کی دعوت یہیں سے پھیلائی۔ آپ پر روزِ قیامت تک ڈھیروں درود و سلام ہوں۔ یہ شہر قلعۂ ہدایت ہے، یہ جارحیت کے سامنے ٹھوس چٹان ہے، یہ شہر منارۂ اسلام، ایمان کے لیے جائے پناہ، عقیدے کا نشیمن، مرکز تہذیب، اور عالم اسلامی کے لیے سربراہی، سروری اور رہبری کا سرچشمہ ہے۔ اس اسلامی سلطنت کا منہج 'وسطیت اور اعتدال' تھا:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا ﴾[2]

"اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل اُمت بنایا۔"

---

1 سورۃ الحجرات: ۱۳

2 سورۃ البقرۃ: ۱۴۳

وہ انتہا پسندی، تعصب، دہشت گردی، گروہ بندی اور خوف زدگی سے دور تھا تاکہ کتاب وسنت پر عمل ہو سکے؛ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[1]

"اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور گروہوں میں مت بٹو۔"

اسی شہر سے اسلامی ثقافت نے پھیل کر چہار سوئے عالم میں خیر، امن، رحمت، عدل، رواداری، اور سلامتی پھیلادی؛ کیونکہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾[2]

"اور ہم نے آپ کو جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اسلامی ثقافت کی بنیادی چیزیں یہ تھیں: وحدانیتِ الٰہی، صرف ایک اللہ کی عبادت، پختہ صحیح عقیدہ، ٹھوس نظریات، مضبوط منہج، شعائرِ اسلام کی پابندی، سنت کی بالادستی، سلف صالحین کے منہج پر کاربندی، اور آج اسی پر مملکتِ سعودی عرب عمل پیرا ہے۔

بطَيبَةَ رَسمٌ لِلرَّسولِ وَمَعهَدُ   مُنيرٌ وَقد تَعفو الرُسومُ وَتَهمَدُ

"مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر مشہور ہے؛ اگرچہ بہت سے آثار منظر سے مٹ چکے ہیں لیکن ایمانی آثار پھر بھی عیاں ہیں۔"

ولا تنمحى الآياتُ من دار حرمةٍ   بها مِنبَرُ الهادي الذي كانَ يَصْعَدُ

"حرمت والی جگہ سے نشانیوں کا مٹنا ممکن نہیں، وہاں پر وہ منبر بھی ہے جس پر آپ ﷺ براجمان ہوتے تھے۔"

ووَاضِحُ آياتٍ وَبَاقي مَعَالِم   وربعٌ لهُ فيهِ مصلىً ومسجدُ

"دیگر نشانیاں بھی ہیں آپ کا گھر، نماز کی جگہیں اور مسجد بھی ہے۔"

بها حجراتٌ كانَ ينزلُ وسطها   مِنَ الله نورٌ يُسْتَضاءُ وَيُوقَدُ

"مدینہ میں آپ کے حجرے ہیں، جہاں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور نازل ہوتا تھا، لوگ اس سے روشنی لیتے اور آگے پھیلاتے تھے۔"

---

۱ سورۃ آل عمران:۱۰۳

۲ سورۃ الانبیاء:۱۰۷

معالمُ لم تطمسْ علی العهدِ آيها　　　أتاها البلَی فالآيُ منها تَجَدَّدُ

"وقت گزرنے کے باوجود نشانیاں باقی ہیں اور کچھ مٹ چکی ہیں، لیکن ایمانی نشانیاں روز بروز تازہ ہوتی رہتی ہیں۔"

مسلم اقوام! یہ شہر مدینہ، طیبۃ الطیبہ، جائے ہجرت اور آشیانۂ سنت ہے۔ جو شخص بھی اس شہر میں مسجد نبوی کی زیارت عبادت اور ثواب کی اُمید سے کرے، ان جگہوں سے محبت کی بنا پر یہاں آئے، تو اللہ تعالیٰ اسے اجر وثواب سے نوازتا ہے۔

اور کیا یہ ایمان کی جائے پناہ نہیں!؟ اور کیا یہ سید اولادِ عدنان کی جائے ہجرت نہیں؟! بخاری و مسلم کے مطابق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایمان مدینہ میں اس طرح سکڑ جائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سکڑ جاتا ہے۔"[1]

هذي دُونكم طيبَـــةٌ ورُبُوعُها　　　قد بُورِكَت فی العـــالمين رُبُوعًـــا

"یہ تمہارے سامنے مدینہ اور اس کے مکانات ہیں، اس کی ہر چیز میں برکت کی گئی ہے۔"

هـــذي المــــدينةُ قد تألَّقَ فوقَها　　　تاجٌ يُرصَّعُ بالهُـــدی ترصيعًا

"یہی وہ مدینہ ہے جس کے سر پر نورِ ہدایت کا تاج جڑا گیا ہے۔"

هی مأرِزُ الإيمان فی الزمن الذي　　　يشكُو بناءُ المكرُماتِ صُدوعًا

"یہی اس زمانے میں ایمان کے لیے جائے پناہ ہو گا جب اخلاقی قدریں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گی۔"

ایمانی بھائیو! مدینے کے فضائل میں... اللہ تمہاری حفاظت فرمائے.. یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کا عطف بھی مدینہ پر فرمایا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ﴾[2]

"جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ایمان لا کر دار الہجرت میں مقیم ہیں، یہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں۔"

---

1 صحیح بخاری:۱۸۷۶؛ صحیح مسلم:۱۴۷

2 سورۃ الحشر:۹

امام مالک مدینے کی دیگر خطوں پر فضیلت کے سیاق میں کہتے ہیں:

"مدینہ منورہ ایمان اور ہجرت کی جگہ ہے۔"

مدینہ کی یہ بھی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اسی کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا؛ چنانچہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے... راوی کہتے ہیں کہ لگتا ہے وہ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ

"میں نے خواب دیکھا کہ میں مکہ سے کھجوروں والی زمین کی جانب ہجرت کر رہا ہوں، تو میرا ذہن یمامہ یا ھجر کی جانب گیا؛ لیکن وہ مدینہ ہے یعنی یثرب ہے۔"[1]

اسلامی بھائیو! سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارو... اللہ تعالیٰ آپ کے چہروں کو سدا تر و تازہ رکھے... مدینہ کی بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ یہاں مسجد نبوی تعمیر ہوئی، اس کی بنیاد خالصتاً تقویٰ پر تھی، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝﴾[2]

"آپ اس میں کبھی قیام نہ کریں۔ یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی زیادہ حق رکھتی ہے کہ آپ اس میں قیام کریں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی کسی زوجہ کے گھر آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! دونوں میں سے کون سی مسجد کی بنیاد تقویٰ پر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور زمین پر دے ماری، پھر آپ نے فرمایا: (وہ یہ والی مسجد ہے) یعنی مدینے کی مسجد نبوی۔"[3]

اس بابرکت مسجد کے مناقب میں یہ بھی شامل ہے کہ یہ ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کی جانب رختِ سفر باندھنا جائز ہے؛ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: "صرف تین مسجدوں کی جانب

---

۱ صحیح بخاری: ۳۶۲۲؛ صحیح مسلم: ۲۲۷۲

۲ سورۃ التوبہ: ۱۰۸

۳ صحیح مسلم: ۱۳۹۸

رختِ سفر باندھ سکتے ہیں: مسجد الحرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔"[1]

یہ بھی اس کی فضیلت ہے کہ یہاں علمائے کرام کے صحیح ترین موقف کے مطابق "فرض یا نفل کوئی بھی نماز ہو، اس کا ثواب زیادہ ہے۔" چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری اس مسجد میں نماز مسجد الحرام کے علاوہ دیگر مساجد کی نمازوں سے ایک ہزار گنا افضل ہے۔"[2]

وَمَسْجِدِيْ كَانَ بَلَ مَا زَالَ أُمْنِيَةً   تَحْبُوْ إِلَيْهِ قُلُوْبٌ ضَلَّتِ السُّبُلَا

"اور میری مسجد زمانے سے دلوں کی چاہت تھی، اس کی راہ میں بہت سے دل راستہ ہی بھول گئے۔"

وَفِيْ هَوَايَ مَلَايِيْنٌ تَنَامُ عَلَى   ذِكْرِيْ   وَتَصْحُوْ عَلَى طَيْفِيْ إِذَا ارْتَحَلَا

"میری محبت میں لاکھوں میرا نام لیکر سوتے ہیں اور میرے ہی خیالوں میں اُٹھ کر چل پڑتے ہیں۔"

مسجد نبوی میں ایک جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے؛ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے منبر اور گھر کے درمیان کی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔"[3]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں اسی طرح اکٹھا کر دے جیسے آج ہمیں مسجد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکٹھا کیا ہے۔

مسلم اقوام! اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو عالی شان بناتے ہوئے حرم اور پُر امن قرار دیا، یہاں کسی کا خون نہیں بہایا جائے گا، اس میں لڑنے کے لیے اسلحہ اُٹھانا جائز نہیں؛ چنانچہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی جانب اشارہ فرمایا اور کہا: "یہ حرم اور پر امن ہے۔"[4]

اس لیے مدینہ دونوں حرّوں، لابوں، سیاہ پتھروں اور تنگ راستوں کے درمیان حرم ہے؛ جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عیر پہاڑ سے لیکر ثور پہاڑ تک مدینہ حرم ہے۔"[1]

---

۱ صحیح بخاری: ۱۱۸۹؛ صحیح مسلم: ۱۳۹۷

۲ صحیح بخاری: ۱۱۹۰؛ صحیح مسلم: ۱۳۹۴

۳ صحیح بخاری: ۱۱۹۶؛ صحیح مسلم: ۱۳۹۰

۴ صحیح مسلم: ۱۳۷۵

یہاں شکار کو بھگایا نہ جائے، پرندے نہ پکڑے جائیں، کانٹے دار درخت نہ کاٹے جائیں، پودے اور جڑی بوٹیاں نہ کاٹی جائیں، جانوروں کو چارہ ڈالنے کے علاوہ سبزہ نہ کاٹا جائے، اور گری پڑی چیز صرف اس کا اعلان کرنے والا ہی اُٹھائے۔

اہل مدینہ کے بارے میں کوئی بھی مکاری یا عیاری سے کام لے، یا ان کے بارے میں برے عزائم رکھے تو وہ ایسے ہی پگھل جاتا ہے جس طرح پانی میں نمک پگھلتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''جو شخص ظلم کرتے ہوئے اہل مدینہ کو ڈرائے تو اللہ تعالیٰ اسے ڈرائے گا، اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے کوئی نفل یا فرض عبادت قبول نہیں کرے گا۔''[۲]

مسلمانو! جو شخص مدینہ منورہ میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو وہ اپنے آپ کو شدید وعید کا حق دار بناتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''عیر سے لیکر ثور پہاڑ تک مدینہ حرم ہے، چنانچہ جو شخص بھی اس میں کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے یا کسی بدعتی کو پناہ دیتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کوئی نفل یا فرض عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔''[۳]

امتِ اسلامیہ! مدینہ منورہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ یہ شہر نبی ﷺ کا محبوب ترین شہر ہے... میرے ماں باپ آپ پر قربان... آپ ﷺ فرماتے تھے:

''یا اللہ! مدینہ ہمارے دلوں میں مکہ کی طرح محبوب بنادے یا اس سے بھی زیادہ۔''[۴]

مدینہ آپ ﷺ کا مسکن اور جائے ہجرت ہے، یہیں پر آپ کا منبر و محراب ہے، یہیں آپ کی قبر ہے اور یہیں سے آپ کو اُٹھایا جائے گا:

مهاجر المصطفى الهادي ومضجعه　　　وموئل الأسد إن أنف الوطيس حمى

---

۱ صحیح بخاری: ۶۷۵۵؛ صحیح مسلم: ۱۳۷۰

۲ مسند احمد: ۱۶۶۰۴

۳ صحیح بخاری: ۶۷۵۵؛ صحیح مسلم: ۱۳۷۰

۴ صحیح بخاری: ۱۸۸۹؛ صحیح مسلم: ۱۳۷۶

"مدینہ ہادئ عالم مصطفیٰ کی جائے ہجرت اور قبر کی جگہ ہے، شہر مدینہ گھمسان کی جنگ چھڑنے پر شیروں کے لیے پناہ کی جگہ بھی ہے۔"

اس شہر میں سکونت اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، یہ پاکیزہ جگہ ہے، ایمان کے ساتھ یہاں رہنا بہت بڑے شرف کی بات ہے، تقویٰ کے ساتھ اس شہر کو اپنا وطن بنانا بہت عزت کا مقام ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کی خوشی کے کیا ہی کہنے!

رسول اللہ ﷺ جس وقت سفر سے آتے اور مدینہ کی دیواریں، درخت اور ٹیلے دیکھتے تو مدینہ کی محبت میں اپنی سواری تیز دوڑاتے، اسے ایڑھ لگاتے، اور بھگاتے، پھر جب بالکل سامنے آجاتے تو فرماتے: "یہ طابہ ہے، اور یہ اُحد پہاڑ ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور یہ ہم سے محبت کرتا ہے۔"[1]

مسلمانو! مدینہ میں رہنے کی اتنی برکت ہے کہ اس کے سامنے کسی بھی قسم کی خوش حالی، فراوانی اور عیش ہیچ اور ہیچ ہے، چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایک وقت لوگوں پر آئے گا کہ ایک شخص اپنے چچازاد اور قریبی رشتہ دار کو بلائے گا: خوش حالی کی طرف آجاؤ! خوش حالی کی طرف آجاؤ! حالانکہ ان کے لیے مدینہ بہتر ہو گا، اگر وہ جانتے ہوں۔"[2]

أَيَا سَاكِنِيْ أَكْنَافَ طَيْبَةَ حَسْبُكُمْ ... مِنَ السَّعْىِ لِلْعَلْيَاءِ جِيْرَةُ أَحْمَدَ

"مدینہ طیبہ کے باسیو! تمہیں احمد ﷺ کا پڑوس ملنے کے بعد کوئی شرف تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

فَمَن يَّبْتَغِيْ عَنْهَا بِلَادًا وَإِنْ سَمَتْ ... لِأَمْرٍ مِنَ الدُّنْيَا فَلَيْسَ بِمُهْتَدِ

"اگر کوئی مدینہ سے بھی اعلیٰ شہر تلاش کرے، چاہے وہ دنیاوی اعتبار سے ہی اچھا کیوں نہ ہو تو وہ راہِ راست پر نہیں ہے!"

ایمانی بھائیو! مدینہ کے صاع اور مد میں، یہاں کے پیمانوں اور ... تھوڑی ہوں یا زیادہ ... سب کھجوروں میں برکت ہے، نبی ﷺ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے:

---

1. صحیح بخاری: ۱۴۸۱؛ صحیح مسلم: ۱۳۹۲
2. صحیح مسلم: ۱۳۸۱

"یااللہ !مدینہ میں مکہ کی بہ نسبت دگنی برکت فرمادے، اور دونوں طرح کی برکتیں فرما۔"[1]

مسلم اقوام! اس کا نام 'طابہ' ہے، اس کا نام 'طیبہ' بھی ہے، یہ سید الابرار ﷺ کا شہر ہے، اس کے فضائل بے شمار ہیں، اس کی برکتیں لاتعداد ہیں، صدیاں گزر جانے کے باوجود یہ شہر ہر دور میں عالی شان رہا، ایمان اور اُخوت کے لیے مضبوط قلعہ ثابت ہوا، عقیدے کا نشیمن اور دعوت کا مرکز بنا رہا۔ اللہ اکبر! طیبہ شہر میں دائمی یادوں کی مہک ہے، اور یہاں پر شان وشوکت سے لبریز معرکوں کی خوشبو آتی ہے۔

مسلمانو! مدینہ شریف کی مکمل دیکھ بھال لازمی امر ہے، اس کی حرمت کا پاس رکھنا ہمہ قسم کی بھلائی کا ضامن ہے، مدینے کی شان و شوکت پھیلانا مفید عمل ہے، اس شہر میں رہنے کے عہد و پیمان پورے کرنا کارِ فضیلت ہے، یہ ایسی جگہ ہے جہاں پر وحی اور قرآن نازل ہوتا رہا، جہاں جبریل اور میکائیل چلتے پھرتے تھے، جہاں سے ملائکہ اور روح القدس آسمانوں کی طرف جاتے تھے، اسکے آنگن کی عظمت کا خیال رکھنا ضروری ہے:

﴿ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲﴾[2]

"اسکے بعد، جو بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقوی کی نشانی ہے۔"

اسکی فضا میں سانس لینے، یہاں قیام کو غنیمت جاننے اور ڈھیروں نیکیاں کمانے کے لیے کوشش کرنی چاہیے:

يَا دَارَ خَيْرَ الْمُرْسَلِيْنَ وَمَنْ بِهِ … هَدْيُ الْأَنَامِ وَخُصَّ بِالْآيَاتِ

"خیر المرسلین کے شہر میں رہنے والو! آپ ﷺ تو سراپا لوگوں کے لیے ہدایت تھے، آپ کو نشانیاں بھی دی گئیں۔"

عِنْدِيْ لِأَجْلِكَ لَوْعَةٌ وَصَبَابَةٌ … وَتَشَوُّقٌ مُتَوَقِّدُ الْجَمَرَاتِ

"میرے دل میں ان سے تعلق کی ایک چنگاری ہے جس سے آگ بھی بھڑک سکتی ہے!"

نبی ﷺ کے پڑوس میں رہائش پذیر عظیم لوگو! اور زائرین کرام! مدینہ میں قیام یا مدینے کی زیارت کا ارادہ رکھنے والا شخص نرم خوئی، متواضع اور منکسر مزاج ہونا چاہیے، مدینے کی حرمت کا پاسبان ہو، اس عظیم شہر کے باسیوں کا خیال رکھے، اہل مدینہ کے ساتھ مجالس میں محض کھانے پینے کی طرف دھیان نہ رکھے بلکہ ان سے

---

1. صحیح بخاری: ۱۸۸۵؛ صحیح مسلم: ۱۳۶۹
2. سورۃ الحج: ۳۲

تربیت حاصل کرے، روزی کمانے میں نہ لگا رہے بلکہ اپنی زندگی کو اچھے کاموں کے لیے غنیمت سمجھے، اہل مدینہ کے کھانے پینے پر نظر نہ رکھے بلکہ ان کا اخلاق سیکھے، ان سے نیکی کے طور طریقے حاصل کرے مال و دولت پر ٹکٹکی مت باندھے، ان کی مال داری کی بجائے کردار کو اپنائے۔

زائرین کرام! اللہ کے برگزیدہ نبی ﷺ... میرے ماں باپ آپ پر قربان اور آپ پر ڈھیروں درود و سلام ... کے شہر کی زیارت کے لئے آتے ہوئے آپ کی سنت اپنانے، آپ کے نقش قدم پہ چلنے اور آپ کی سیرت سے سیراب ہونے کی اہمیت مت بھولیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾[1]

"آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ خود تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔"

آپ کی اطاعت و محبت کا یہ تقاضا ہے کہ مسجدِ نبوی کی زیارت، آپ ﷺ پر سلام پیش کرنے اور مدینہ نبویہ ... جو کہ ہمیشہ سے برکتوں سے مالا مال ہے... میں رہنے کے آداب سیکھیں، آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ اور صفاتِ فاضلہ کی پیروی کریں، آپ سے آگے بڑھنے سے اجتناب کریں، اور آپ کے پاس آواز بلند کرنے سے بچیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝﴾[2]

"اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں احساس تک نہ ہو۔ بلاشبہ جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے پاس پست رکھتے ہیں انہی لوگوں کے دلوں کا اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے امتحان لیا، ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔"

---

۱ سورۃ آل عمران: ۳۱

۲ سورۃ الحجرات: ۲،۳

اُمتِ اسلامیہ! ہم سب پر اس پاک شہر اور مسجدِ نبوی ﷺ کے شرعی آداب کا خیال انتہائی ضروری ہے، لیکن کیا یہ مدینے کا ادب ہے کہ اس عظیم شہر میں انسان صحیح عقیدے سے متصادم، اور نبی ﷺ کی سنت چھوڑ کر عمل کرے، یا کسی بدعت اور شرعی خلاف ورزی کا ارتکاب کرے؟!

اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو، رسول اللہ ﷺ کے پیارو! تقویٰ الٰہی اختیار کرو، سید الابرار کے شہر میں مکمل باادب رہو، خیر الخلق ﷺ کی مسجد میں تمام اسلامی آداب اپنانے کا اہتمام کرو۔

ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ کی حمد وثنا بیان کریں اور اس کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں یہ بابرکت جگہ نوازی، اس عظیم شہر کے کسی بھی حصے میں یا زائرین کے ساتھ رہتے ہوئے آداب، امن وامان اور قانون کی پاس داری کریں، سکیورٹی پر مامور جوانوں، مسجد الحرام اور مسجدِ نبوی کی انتظامی کمیٹی کے کارکنوں کے ساتھ بھر پور تعاون کریں، ان کی تمام تر کوششیں اور کاوشیں کامیابی کے ساتھ جاری و ساری ہیں۔ اسی طرح زائرین زیارت میں اپنا وقت صرف کریں، عبادت کی بجائے موبائل اور فوٹو گرافی وغیرہ میں مشغول نہ رہیں، بھیڑ لگانے اور اپنے بھائیوں کو ایذا دینے سے بچیں۔ خواتین بھی مسجد نبوی میں آئیں تو باپردہ ہوں، عفت، عصمت اور وقار سے آراستہ و پیراستہ ہوں اور مردوں کے ساتھ اختلاط سے دور رہیں۔

ہم اللہ کے اسمائے حسنی اور عالی صفات کے واسطے سے سوال کرتے ہیں کہ

اپنے فضل وکرم سے ہمیں اسلامی آداب اپنانے اور امام کائنات ﷺ کے طریقے پر چلنے کی توفیق دے۔

یا اللہ! ہمیں آپ ﷺ کے حوض سے پانی نصیب فرما، یا اللہ! ہمیں آپ ﷺ کے حوض سے پانی نصیب فرما، یا اللہ! ہمیں آپ کی شفاعت نصیب فرما،

یا اللہ! ہمیں آپ ﷺ کے ہاتھوں جامِ کوثر نصیب فرما، جس کے بعد کبھی بھی تشنگی محسوس نہ ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے پڑوس میں رہنے کے آداب اپنانے اور بہترین طریقے سے رہنے کا سلیقہ عنایت فرمائے۔ آپ پر، آپ کی پاکیزہ آل اور پاک باز صحابہ کرام پر بہترین درود وسلام ہوں۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾﴾[1]

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ عمدہ نمونہ ہیں، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت کی اُمید

---

1 سورۃ الاحزاب:۲۱

رکھتا ہے، اور بہ کثرت اللہ کا ذکر کرتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن وحدیث کو بابرکت بنائے، اور ہمیں امام کائنات ﷺ کی سیرت سے مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے، میں اپنی اسی بات پر گفتگو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمام مسلمان مرد وخواتین کے گناہوں اور خطاؤں کی بخشش چاہتا ہوں، آپ سب بھی اسی سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اسی سے رجوع کریں بے شک وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں وہی مختلف نعمتوں کے ذریعے فضل وکرم فرماتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے امن وایمان کی صورت میں ہم پر عظیم نعمتیں برسائی ہیں، اس نے اپنے احسانات کی شکل میں اپنی مہربانیوں سے خوب نوازا ہے، اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد اللہ کے بندے اور رسول ﷺ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ پہ، آپ کی آل، صحابہ کرام، تابعین پر، اور روزِ قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر اپنی رحمتیں، برکتیں اور ڈھیروں سلامتی نازل فرمائے۔

حمد وصلاۃ کے بعد: اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہو، مقدس مقامات اور قابل احترام شہروں کی صورت میں اللہ نے تم پر جو احسانات فرمائے ہیں، ان پر اسی کا شکر ادا کرتے رہو۔

اسلامی بھائیو! یقیناً یہ بھی اللہ کا بہت بڑا فضل ہے کہ مدینہ منورہ کو اس بابرکت ملک کے حکمرانوں کے اہتمام اور شاندار توجّہ کا وافر حصہ ملا ہے۔ اور یہ اہتمام جب سے نیک، صالح اور عادل حکمران عبد العزیز بن عبد الرحمٰن کے ہاتھوں مملکتِ سعودی عرب کا قیام ہوا، اس وقت سے لے کر عصرِ حاضر کے خوش حال، آسودہ اور ارجمند دور تک جاری وساری ہے۔ یہ دور خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبد العزیز... اللہ تعالیٰ انہیں مزید توفیق دے، ان کی مدد، حفاظت اور معاونت فرمائے... کا دور ہے۔

فن تعمیر کی شاہکار 'تاریخی توسیع' اس کی منہ بولتی واضح دلیل ہے۔ اس سے ہر عام وخاص واقف ہے۔ ہر ایک کی آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں، ہر کوئی انہیں دیکھ کر انگشت بہ دنداں ہے، یہ توسیع ہر مسلمان کے لیے قابل فخر ہے، بلکہ یہ تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہے، موجودہ توسیع دنیا کے کونے کونے سے مسجد الحرام اور مسجدِ نبوی کی زیارت کے لیے آنے والے زائرین کی بڑی سی بڑی تعداد بھی اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ اتنی بڑی توسیع کا ایک ہی

ہدف تھا کہ مسجدِ رسول ﷺ کی خاطر خواہ خدمت ہو، زائرین مسجد نبوی یہاں آکر راحت محسوس کریں، اور اُنہیں منظم شکل میں عمدہ ترین خدمات فراہم ہوں، نیز انہیں آسانی، اطمینان اور سکون سے بھرپور فضا میں عبادت واطاعت کرنے کا موقع ملے۔ اس لئے ہم پورے اعتماد کے ساتھ کہتے ہیں کہ مدینہ اس بات کا حقدار ہے کہ اسے اسلامی سیاحت وثقافت کا ابدی دارالحکومت قرار دیا جائے، بقولِ شاعر

یا أخت مكة في السماء تألقي وبكل خير أشرقي وتنمقي

"اے مکہ کے ہم سر (مدینہ نبویہ)! تو آسمانوں میں چمکتا دمکتا رہے، اور مکمل خوبصورتی اور روشنی کے ساتھ درخشندہ رہے۔"

اللہ تعالیٰ اس بابرکت ملک کی قیادت کو جزاے خیر عطا فرمائے۔ یہ ملک توحید اور قرآن وسنت کا گہوارہ ہے، یہ ملک مملکتِ حرمین شریفین ہے، یہ ملک ہر جگہ اور فورم پر اسلامی اور مسلمانوں کے مسائل کو اچھی طرح اُجاگر کرتا ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ خادم حرمین شریفین کو ان کی کامیاب کاوشوں اور خدمات پر اجرِ عظیم عنایت فرمائے کہ وہ حرمین شریفین اور زائرین حرمین شریفین کی خدمت کے لیے گراں قدر خدمات پیش کر رہے ہیں اور پیش کرتے رہیں گے، ان کارناموں کو اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کے پلڑے میں شامل فرمائے۔

اللہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے! رہبر و رہنما، بشیر ونذیر اور سراج منیر نبی پر درود وسلام پڑھو، جیسے کہ مہربان اور خوب علم رکھنے والے اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا اور فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝٥٦﴾[1]

"اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود وسلام بھیجا کرو۔"

اسی طرح نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں فرماتا ہے۔"

يَا أيها الراجون خير شفاعة من أحمد صلوا عليه وسلموا

"نبی ﷺ کی شفاعت پہ امیدیں لگانے والو! آپ پہ درود وسلام پڑھو۔"

صلى وسلم ذو الجلال عليه ما لبى ملبي أو تحلل محرم

---

۱ سورۃ الأحزاب:۵۶

"جب تک تلبیہ پڑھنے والے اور احرام سے حلال ہونے والے موجود ہیں، اللہ ذوالجلال آپ پر صلاۃ و سلام نازل فرماتا رہے۔"

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ،وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

یااللہ !سراپا رشد ورحمت، تیری نازل کردہ نعمت، صاحبِ مقامِ محمود، ساقی کوثر، علم بردارِ حمد، منور چہرے، روشن پیشانی والے نبی پر میرے ماں باپ قربان ہوں، ان پر درود وسلام نازل فرما۔

یااللہ !بلند وبالا مقام ومرتبے والے چاروں خلفائے راشدین: ابو بکر، عمر، عثمان، اور علی سے راضی ہو جا، تمام صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے تمام لوگوں سے راضی ہو جا، اور اپنے رحم وکرم اور احسان کے صدقے ہم سے بھی راضی ہو جا، یاارحم الراحمین!

یااللہ !اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب فرما، یااللہ !اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب فرما، یااللہ !اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب فرما، کافروں کے ساتھ کفر کو ذلیل ورسوا فرما، شرک اور مشرکوں کو ذلیل ورسوا فرما۔

یااللہ !تمام معتمرین اور زائرین کی حفاظت فرما، یااللہ !اس ملک کو اور سارے اسلامی ممالک کو امن کا گہوارہ، خوشحال، اور ترقی یافتہ بنادے۔ یااللہ !ہمیں ہمارے ملکوں میں امن عطا فرما، یااللہ !ہمیں ہمارے ملکوں میں امن عطا فرما، یااللہ !ہمارے علاقوں میں امن واستحکام کو دوام بخش۔

یااللہ !ہماری قیادت کو مزید اچھے کام کرنے کی توفیق دے اور ان کی حفاظت فرما، یااللہ !ہمارے حکمران اور تیرے بندے خادم حرمین شریفین سلمان بن عبد العزیز کو اپنے پسندیدہ کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے حکمران کی حق کے ساتھ مدد فرما، انہیں حرمین شریفین اور پوری دنیا میں مسلمانوں کی خدمت کرنے پر بہترین جزا سے نواز۔

یااللہ !اُنہیں، اُن کے نائبوں، اُن کے بھائیوں اور معاونین کو انہی کاموں کی توفیق دے جن میں اسلام کا غلبہ ہو، نیز تمام مسلمانوں اور ملک وقوم کی بہتری ہو۔

یااللہ !تمام مسلم حکمرانوں کو اپنی شریعت کے نفاذ کی توفیق عطا فرما، اپنے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، یااللہ !تمام مسلم حکمرانوں کو اپنے بندوں کے لیے رحم دل بنا۔ ہمارے امیر، امیر مدینہ کو خصوصی

کے ساتھ فتح اور غلبے کی صورت میں واپس لوٹا، اشتعال انگیزی پھیلانے والوں پر اُنہیں غلبہ عطا فرما۔

یااللہ !تو ہی معبودِ بر حق ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی غنی ہے ہم تیرے در کے فقیر ہیں، ہمیں بارش عطا فرما، اور ہمیں مایوس مت فرما، یااللہ ! ہمیں بارش عطا فرما، یااللہ ! ہمیں بارش عطا فرما، یااللہ ! ہمیں بارش عطا فرما، یااللہ ! ہم پر بارش نازل فرما، یااللہ ! ہم پر بارش نازل فرما، یا اللہ ! ہم پر بارش نازل فرما۔

یااللہ ! ہم بھی تیری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں، ہمارے گناہوں کی وجہ سے اپنا فضل مت روک، یااللہ ! ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہی بخشنے والا ہے، ہم پر موسلا دھار بارش نازل فرما۔

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ ﴾[1]

"ہمارے ربّ! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما، اور ہمیں آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

ہمارے پرورد گار! ہمارے اعمال قبول فرما، بے شک تو ہی سننے اور جاننے والا ہے، ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے، یااللہ ! ہمیں اور ہمارے والدین، ہمارے اَجداد، اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما، بے شک تو ہی بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تیرا ربّ جو کہ عزت کا بھی پرورد گار ہے، وہ مشرکوں کی بیان کردہ تمام باتوں سے پاک ہے، سلامتی نازل ہو رسولوں پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔

(مترجم: مولانا شفقت مغل، مدینہ منورہ)

مجلہ 'محدث' کے منیجر اور مجلس التحقیق الاسلامی کی لائبریری کے منتظم مولانا محمد اصغر صاحب ۸/ مارچ ۲۰۱۷ء بروز بدھ، ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے۔ جس میں دونوں ٹانگوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور سر پر بھی شدید چوٹیں آئیں۔ اب الحمد للہ روبہ صحت ہیں۔

قارئین محدث سے ان کی کامل صحت یابی کے لئے خصوصی دعا کی گذارش ہے۔

(ادارہ محدث)

---

[1] سورة البقرة:۲۰۱

کے ساتھ فتح اور غلبے کی صورت میں واپس لوٹا، اشتعال انگیزی پھیلانے والوں پر اُنہیں غلبہ عطا فرما۔

یااللہ !تو ہی معبودِ برحق ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی غنی ہے ہم تیرے در کے فقیر ہیں، ہمیں بارش عطا فرما، اور ہمیں مایوس مت فرما، یااللہ !ہمیں بارش عطا فرما، یااللہ !ہمیں بارش عطا فرما، یااللہ !ہمیں بارش عطا فرما، یااللہ !ہم پر بارش نازل فرما، یااللہ !ہم پر بارش نازل فرما، یا اللہ !ہم پر بارش نازل فرما۔

یااللہ !ہم بھی تیری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں، ہمارے گناہوں کی وجہ سے اپنا فضل مت روک، یااللہ ! ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہی بخشنے والا ہے، ہم پر موسلا دھار بارش نازل فرما۔

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[1]

"ہمارے ربّ !ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما، اور ہمیں آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

ہمارے پروردگار !ہمارے اعمال قبول فرما، بے شک تو ہی سننے اور جاننے والا ہے، ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے، یااللہ !ہمیں اور ہمارے والدین، ہمارے اَجداد، اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما، بے شک تو ہی بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تیرا ربّ جو کہ عزت کا بھی پروردگار ہے، وہ مشرکوں کی بیان کردہ تمام باتوں سے پاک ہے، سلامتی نازل ہو رسولوں پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔

(مترجم: مولانا شفقت مغل، مدینہ منورہ)

مجلہ 'محدث' کے مینجر اور مجلس التحقیق الاسلامی کی لائبریری کے منتظم مولانا محمد اصغر صاحب ۸/ مارچ ۲۰۱۷ء بروز بدھ، ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہوگئے۔ جس میں دونوں ٹانگوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور سر پر بھی شدید چوٹیں آئیں۔ اب الحمد للہ روبہ صحت ہیں۔

قارئین محدث سے ان کی کامل صحت یابی کے لئے خصوصی دعا کی گذارش ہے۔

(ادارہ محدث)

---

1 سورۃ البقرۃ:۲۰۱

ایک مختصر نفسیاتی و تاریخی جائزہ

تحریکِ اہل حدیث کا دینی تصوّر

مولانا عبد الحمید رحمانی برصغیر پاک و ہند کے جید علما میں شمار ہوتے ہیں۔ جامعہ رحمانیہ بنارس پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد ملکی و عالمی سطح پر کئی ایک تنظیموں اور جماعتوں میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔ بزرگ علما کے منظورِ نظر تھے، تو بعد والوں کی عقیدت و احترام کا محور۔ توحید و سنت پر مبنی خالص دعوتِ دین کی نشر و اشاعت کے لیے بے پایاں خدمات سر انجام دیں۔ انڈیا کا ایک معروف ادارہ ابو الکلام آزاد سنٹر اور جامعہ اسلامیہ سنابل اُنہیں کی یادگار ہیں۔ دعوت و تبلیغ، تربیت و تعلیم، وعظ و تدریس اور بھرپور جماعتی و تنظیمی زندگی گزار کر اگست ۲۰۱۳ء میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ زیر نظر تحریر انہیں کے رشحاتِ قلم میں سے ہے، جس کا لفظ لفظ ان کی پختگی فکر، مدبرانہ بصیرت اور نظریۂ اہل حدیث سے والہانہ محبت اور لگاؤ کا آئینہ دار ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

یہ عجیب بات ہے کہ اہل حدیث کا تصورِ دینی جس درجہ سادہ، سمجھ میں آنے والا اور قلب و روح کو حرارت و تپش عطا کرنے والا ہے، یار لوگوں نے اسے اتنا ہی اُلجھا دیا ہے، اور اس کے بارے میں ایسی ایسی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں کہ... الامان والحفیظ!

سوال کم پڑھے لکھے یا جہال کا نہیں، اچھے خاصے علما کا ہے۔ ان حلقوں میں اگر کسی جانی پہچانی شخصیت کے بارے میں بھولے سے کسی نے کہہ دیا کہ صاحب وہ 'وہابی'، 'غیر مقلد' یا 'اہل حدیث' ہے تو نہ پوچھیے، صرف اتنا کہہ دینے اور لکھ دینے سے اس کے متعلق رائے اس تیزی سے بدل جاتی ہے اور اس کے خلاف نفرت و تعصّب کے کتنے طوفان اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ نفرت و تحقیر کا یہ بادۂ تلخ انگریز کے استعماری مصالح کے علاوہ اور کن کن مقدس ہاتھوں سے کشید ہوا؟ اور تہمت طرازی کی اس سازش میں کس کس نے حصہ لیا ہے؟ کن کن عناصر نے اہل حدیث کے خلاف اس نفسیاتی مہم کو چلانے میں کامیاب کردار ادا کیا ہے؟ یہ ایک مستقل اور الگ

موضوع ہے جو مخصوص تحقیق اور التفات چاہتا ہے، ہمارے نزدیک اس سے متعلق سر دست تعرض کرنا موضوع نہیں، کیونکہ

ع اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں!

تاہم اتنی بات کہنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں کہ نفرت کی یہ مہم پورے زور وشور اور تنظیم کے ساتھ آج بھی جاری ہے۔ حالانکہ جماعتِ اہل حدیث کے عقائد و سرگرمیاں اور کارنامے، کوئی چیز بھی تو ایسی نہیں جس میں اسلامی نظریہ وتصوّر سے کسی درجہ میں بھی انحراف پایا جائے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم تو معتوب اور مستوجبِ تعزیر ہی اسی بنا پر ہیں کہ ہم تفسیر ہو یا حدیث، فقہ ہو یا کلام، دین کے معاملے میں ادنیٰ انحراف کو بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہمارا سیدھا سادہ عقیدہ یہ ہے کہ حق وصداقت کو صرف کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہی میں محصور اور منحصر مانو اور سعی وعمل اور فکر وعقیدہ کا جب بھی کوئی نقشہ ترتیب دو تو تابش وضو کے لیے اسی آفتابِ ہدایت کی طرف رجوع کرو، جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات انسانی کے لیے سراجِ منیر ٹھہرایا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝ ﴾[1]

"اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کو شہادت دینے والا، خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کے حکم سے اس کی جانب بلانے والا اور روشن کرنے والا چراغ بنایا ہے۔"

یہاں اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ ہم کسی طرح بھی تاریخی ارتقا کے منکر نہیں اور زمانے کے ناگزیر تقاضوں کے تحت فقہ وکلام کے سلسلہ میں ہمارے ہاں جلیل القدر علماء وائمہ نے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، ان سے ذرّہ برابر صرفِ نظر کو ہم جائز نہیں تصور کرتے۔ ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ کی فکری وآئینی کاوشیں، امام شافعی کی اُصولِ فقہ وحدیث کے متعلق پیمانوں کی تعیین، امام مالک کا اصحاب مدینہ کے تعامل کو دست بردِ زمانہ سے ہمیشہ ہمیش کے لیے محفوظ کر لینا اور امام احمد بن حنبل کی جمع حدیث کی وسیع تر کوششیں ہماری تہذیبی انفرادیت کا زندہ ثبوت ہیں اور یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن پر ہم جس قدر بھی فخر وناز کریں، کم ہے!!

ہم حق کو ان سب مدارسِ فکر میں جن کی ان بزرگوں نے بنیاد رکھی، دائر وسائر تو مانتے ہیں لیکن محصور

---

1 سورۃ الاحزاب: ۴۵،۴۶ .

ومنحصر کسی میں بھی نہیں جانتے، کیوں کہ ہمارے نقطۂ نگاہ سے صحت وصواب کی استواریاں غیر مشروط طور پر صرف کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ کے ساتھ خاص ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ ﴾[1]

"اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اصحاب علم و بصیرت و تقویٰ ذمہ داروں کی اطاعت کرو۔ تو اگر تم میں کسی چیز کی بابت اختلاف ہو جائے تو ایسی شکل میں اللہ (کی کتاب) اور رسول کی (احادیث) ہی کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی تمہارے لیے بہترین اور عمدہ ہے انجام کے لحاظ سے۔"

ہمارے عقیدے کی رو سے استدلال و تاویل کا یہی دو چیزیں نقطۂ آغاز ہیں اور یہی نقطۂ آخر۔ دوسرے لفظوں میں سورۂ نساء کی اس آیت کو ہم تمہید Premble یا قانونی اساس سمجھتے ہیں۔ اس آیت ہی کے لب و لہجے میں علما سے کہتے ہیں کہ ہر متنازع فیہ مسئلہ میں اوّل و آخر کتاب و سنت ہی کی طرف رجوع کیجئے۔

اہل حدیث کے نفسیاتِ شوق کی تشریح

تقلید و عدم تقلید کی اصطلاح میں پڑے بغیر کہ اس میں قدرے اُلجھاؤ ہے، ہم محبت و وفا کی زبان میں دعویٰ داران عشق رسول سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے واسطے آپ ہی بتایئے کہ اگر کسی گروہ نے یہ فیصلہ کر ہی لیا ہو کہ طلب و آرزو کے دامن کو وہ صرف اُنہیں گل بوٹوں سے سجائے گا جو قرآن و سنت کے سدا بہار دبستاں میں نظر افروز ہیں، اور اگر کچھ لوگوں نے ازراہِ شوق یہی مناسب جانا ہو کہ ان کی نظر اگر کسبِ ضو کرے گی تو اُنہیں انوار و تجلیات سے جو چہرۂ نبوت کی زیب و زینت ہیں، یا زمان و مکان کے فاصلوں کو ہٹا کر اگر کوئی بے تاب و متجسس نگاہ اسی جمال جہاں آرا کا براہِ راست مشاہدہ کرنا چاہتی ہے جس کی جلوہ آرائیوں نے عاشق کے دل میں پہلے پہل ایمان و عمل کی شمعیں فروزاں کیں ... تو آیا یہ کوئی جرم، گناہ یا معصیت ہے اور اگر یہ جرم اور معصیت ہے تو ہمیں اقرار ہے کہ وابستگانِ دامن رسالت اور اسیر انِ حلقۂ نبوت مجرم اور گناہ گار ہیں۔

1 سورۃ النساء:۵۹

تقلید کا اثر قلب وذہن پر

تقلید و عدم تقلید کا مسئلہ دراصل فنی و علمی سے زیادہ نفسیاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ٹھیٹھ اسلام کی رو سے ہماری اوّلین ارادت کا مرکز کون ہے؟ ہماری پہلی اور بنیادی وابستگی کس سے ہونی چاہیے؟ اور پیش آمدہ مسائل میں مشکلات کے حل و کشود کے سلسلے میں اوّل اوّل کس طرف دیکھنا چاہیے؟ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی چشم کشا اور ابدی تعلیمات کی طرف یا فقہی مدارسِ فکر کی وقتی اور محدود تعبیرات کی طرف؟ اس سے قطع نظر کہ تقلید سے فکر و نظر کی تازہ کاریاں مجروح ہوتی ہیں اور اس سے بھی قطع نظر کہ اس سے خود فقہ واستدلال کے قافلوں کی تیز رفتاری میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور تہذیب و فن کی وسعتیں... زندگی، حرکت اور ارتقا سے محروم ہو جانے کے باعث... حددرجہ سمٹاؤ اختیار کر لیتی ہے۔

اصل نقص اس میں یہ ہے کہ اس سے عقیدہ و محبت کا مرکزِ ثقل یکسر بدل جاتا ہے، یعنی بجائے اس کے کہ ہماری ارادت و عقیدت کا محور، قبلہ اوّل و آخر کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ ﷺ رہے، ہماری عصبیتیں مخصوص فقہی مدارس سے وابستہ ہو کر رہ جاتی ہیں اور غیر شعوری طور پر قلب و ذہن اس بات کا عادی ہو جاتا ہے کہ بحث و تمحیص کے مرحلے میں کتاب و سنت سے کسی نہ کسی طرح مسائل کی وہی نوعیت ثابت ہو جو ہمارے حلقہ اور دائرہ کے تقاضوں کے عین مطابق ہو، حالانکہ اللہ اور رسول ﷺ سے ربط و تعلق کی کیفیتیں معروضیت (Objectivity) چاہتی ہیں اور اس بات کی متقاضی ہیں کہ ہر ہر مسئلہ اور امر میں نقطہ نظر کسی خاص مدرسئہ فکر کی تائید و حمایت کرنا نہ ہو بلکہ اس شے کی تصدیق مقصود ہو کہ اَخذ و قبول کے لحاظ سے کون سی صورت کتاب اللہ اور سنت رسول سے زیادہ قریب تر ہے۔

ایک اہم سوال

کیا اہل حدیث کا شمار مذاہب مدوّنہ میں ہوتا ہے...؟

ممکن ہے کہ اس پر کوئی صاحب کہہ اُٹھیں کہ مسائل پر غور و فکر کرنے کا یہ تو محض ایک انداز ہوا یا زیادہ سے زیادہ اہل حدیث کی نفسیاتِ دینی کی تشریح ہوئی لیکن حل طلب سوال تو یہ ہے کہ اندازِ فکر اور اُسلوبِ استدلال سے کوئی مذہب یا مسلک کب متعین ہوتا ہے؟ مسلک اور مذہب کی تعین کے لیے ضروری ہے کہ اہل حدیث کے مخصوص مابعد الطبیعاتی تصورات ہوں، علیحدہ اور ممیّز علم الکلام ہو اور کتاب و سنت کی واضح تعلیمات پر مبنی اپنا علم الفقہ اور اسی کی روشنی میں ان کی خاص تاریخ ہو جس سے ان کے ارتقاے علمی کا پتہ چل

سکے اور معلوم کیا جاسکے کہ ماضی قریب و بعید کے مختلف ادوار میں اُنہوں نے مذہب و دین کی تشریح و تعبیر کے سلسلے میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں یا اسلامی تہذیب و تمدن کی نشاط آفرینیوں میں ان کا کیا حصہ ہے ؟

اعتراض بظاہر تو بہت وزنی ہے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ ہمارا مسلک واقعی مذاہبِ مدوّنہ کی فہرست میں شامل نہیں۔ یہ ایک مذہب ہے جس کے اُصول اور کلامی و فقہی پیمانے گو متعین ہیں، تاہم اصطلاحی معنوں میں یہ مذہب نہیں ہے، اس کے ماننے والوں کے باقاعدہ معمولات ہیں اور عقیدہ و عمل کا متعین قالب ہے، مگر اسے کسی لحاظ سے بھی گروہ نہیں کہنا چاہیے۔ اسی طرح اس کی اصلاح و تجدید کے کارناموں پر مشتمل اپنی تابناک تاریخ بھی ہے، لیکن یہ تاریخ صرف ان ہی کی تاریخ نہیں ہے، اسے پورے اسلام کی تاریخ قرار دینا چاہیے!!

تضاد اور اس کا حل

بظاہر یہ بات تو حد درجہ تضاد لیے ہوئے ہے لیکن ذرا غور کیجیے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ اسی تضاد میں اس کا حل بھی مضمر ہے۔ کون نہیں جانتا کہ پہلی صدی ہجری کے اخیر ہی میں اسلام کو شدید نوعیت کے دینی و سیاسی انحرافات سے دوچار ہونا پڑا اور تیسری صدی بھی اختتام کو نہیں پہنچی تھی کہ ان انحرافات نے شدید نوع کے تعصّبات کا روپ دھار لیا۔ اسی عرصہ میں مسئلۂ امامت و خلافت کی وجہ سے 'شیعیت' اُبھری اور اس کے پہلو بہ پہلو ایک تاریخی حادثہ کی بنا پر 'خارجیت' نے جنم لیا جس نے آگے چل کر مستقل فتنہ کی شکل اختیار کرلی، انہی سیاسی اختلاف نے 'اِرجا' کی مصلحتوں کو ہوا دی اور مسلمان مرجئہ اور غیر مرجئہ دو گروہوں میں بٹ گئے اور یونانی علوم کے فروغ وارتقا نے اعتزال وجہمیت کی تخلیق کی، جس نے صدیوں تک مسلمانوں کو گوناگوں عقلی اختلافات میں اُلجھائے رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علمی و دینی حلقوں میں بیسیوں نئے مسئلے پیدا ہو گئے۔ صفاتِ باری عین ذات ہیں یا غیر؟ استوا علی العرش کے کیا معنی ہیں؟ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ قدرت واستطاعت 'افعال' سے ہے یا ان کے ہم قرین ہے؟ انسان مجبورِ محض ہے یا مختار؟ اللہ تعالیٰ محالات پر قادر ہے یا نہیں؟ 'خلق شے' سے کیا مراد ہے؟ خورد سال اطفال قیامت کے روز عذاب کا ہدف بنیں گے یا نہیں؟ جنت و دوزخ عارضی ہے یا دائمی؟ روح کیا ہے؟ ... یہ اور اس نوع کے عجیب وغریب مسائل جن کی وجہ سے اسلامی صفوں میں انتشار اور تشتت کا پیدا ہونا ناگزیر تھا، اسی دور میں غنوصیت[1] (Gnoticism) نے، جس کے ماننے

1 ''پہلی دو عیسوی صدیوں کی وہ فکری تحریک جس نے خالص عیسائیت میں فلسفیانہ اور صوفیانہ افکار کو داخل کیا۔'' (المعجم الوسیط)

والے عراق میں کثرت سے تھے، تصور کو حریفانہ شکل میں پیش کیا اور تقدس و ریاضت کے بہروپ میں اس یقین کو دلوں میں اُتارنے کی کوشش کی کہ علوم نبوت کے مقابلہ میں عرفان و ادراک کا ایک اور یقینی ذریعہ کشف بھی ہے جس کی مدد سے براہِ راست حقائق کونیہ و دینیہ کو پالینا ممکن ہے۔

قریب قریب یہی وہ زمانہ ہے جس میں فقہی مذاہب مدوّن و مرتب ہوئے اور ان کے پر جوش حامی ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے اور باقاعدہ مناظرہ وجدل کی بنیاد پڑی۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ عصبیتیں اُبھریں، حلقے بنے اور آخر میں تقلید و جمود نے اسلامی معاشرت کی اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

غور طلب نکتہ

یہاں غور طلب نکتہ یہ ہے کہ گمراہیوں کے اس ہجوم میں اسلام کی فطرت میں اصلاحِ احوال کی جو قدرتی صلاحیتیں تھیں، کیا وہ چپ چاپ یہ تماشہ دیکھتی رہیں اور کسی گروہ، کسی جماعت کو یہ توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہ ان انحرافات کی نشاندہی کرے اور یہ بتائے کہ ان گمراہیوں کے مقابلے میں اسلام کا صحیح صحیح موقف کیا ہے؟... خوش قسمتی سے واقعہ یہ نہیں ہے۔ تاریخ وسیر سے سرسری واقفیت رکھنے والے حضرات بھی جانتے ہیں کہ بہ فحوائے حدیث رسول ہر ہر دور میں ایسے لوگوں کا وجود رہا ہے جنہوں نے کلمہ حق کا برملا اظہار کیا ہے، جنہوں نے تجدید و اصلاح کی ذمہ داریوں کو سنبھالا ہے۔ اور اسلام کے چہرۂ زیبا سے بدعات کے گرد و غبار کو دور کرنے کی مقدور بھر مساعی جاری رکھیں، جنہوں نے ذخائرِ حدیث کی حفاظت کی، جنہوں نے عقائد کی پیچیدگیوں کو سلجھایا اور مروّجہ فقہی مذاہب کے مقابلے میں سنت پر مبنی، سنت سے مستنبط اور سنت سے قریب تر مسائل کی طرف فقہا کی عنانِ توجہ والتفات کو موڑ دینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

امام اشعری اور اہل حدیث

یہ گروہ 'اہل الحدیث والسنّہ' کا ہے۔ امام ابوالحسن اشعری نے 'مقالات الاسلامیین' کی پہلی جلد کے آخر میں تقریباً پانچ صفحات میں اس گروہ کے عقائد و سیرت کا ایک دلچسپ و دل نواز نقشہ پیش کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے وسط تک 'اہل الحدیث والسنّہ' کے سامنے کلام و فقہ کے کیا کیا مسائل تھے اور ان حضرات نے ان مسائل کو کیونکر حل کیا۔ ہم اس سلسلہ میں دراصل یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اصلاح و تجدید کی یہ تمام کوششیں جو مختلف حلقوں اور مختلف زمانوں میں فقہ و کلام کی طرفہ طرازیوں کو کتاب و سنت کے ڈھانچوں میں ڈھالنے کی غرض سے انجام پائیں، ہماری ہیں۔ ان کا علم الکلام ہمارا علم الکلام ہے، ان کی فقہ

ہماری فقہ ہے، ان کی تاریخ ہماری تاریخ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم نے کسی متعین مدرسہ فکر یا علم الکلام کے بنے بنائے اُصولوں کو اس بنا پر اپنانے کی کوشش نہیں کی کہ مبادا ہماری عصبیتیں بھی اپنا محور بدل لیں اور بجائے اس کے کہ عقیدت و وابستگی کے داعی براہِ راست کتاب و سنت رسول علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتسلیم سے وابستہ رہیں، ہم بھی اس تضاد کا شکار ہو کر نہ رہ جائیں جس کا ماضی میں تمام فقہی و کلامی مذاہب شکار ہوئے ہیں۔

جذبۂ حب رسول کا تقاضا

گویا ہماری نفسیات اور ہمارے جذبۂ حب رسول کا تقاضا یہ ہے کہ فکر و عمل کی کسی صورت میں ہم بجز کتاب اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کے اور کسی تقید، کسی تقلیدی انتساب کو اپنے لیے گوارا نہ کریں اور زمان و مکان اور اشخاص وائمہ سے قطع نظر ہر اس سچائی کو اپنائیں، ہر اس استدلال کو تسلیم کریں اور تجدید و اصلاح کی ہر اس کوشش کو سراہیں جو قرآن و حدیث پر مبنی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسی حال میں ہمیں زندہ رکھے اور جذب و کیف کے اسی جانفزا عالم میں موت سے دوچار کرے۔ آمین!

تحریک اہل حدیث کا تاریخی موقف اور اس کی خدمات

دنیا میں اچھی اور بری تحریکیں پیدا ہوتی اور مٹتی رہتی ہیں۔ بعض تحریکات کی قوت سے حکومتیں تک متزلزل ہو گئیں۔ حسن بن صباح اور حشیشین کا اتنا رعب تھا کہ بادشاہ رات کو اپنی آرام گاہوں میں آرام سے سو نہیں سکتے تھے۔ صالح تحریکوں کا اثر بھی صدیوں تک دلوں کو متاثر کرتا رہا۔ طوعاً و کرہاً لوگ ان تحریکوں سے بہر حال تعاون کرتے رہے۔

تحریکِ معتزلہ نے مامون الرشید ایسے دانش مند بادشاہ کو بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا اور یہ فتنہ متوکل علی اللہ کے زمانہ تک ائمۂ سنت کے لیے وبال جان بنا رہا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور عبد العزیز کنانی ایسے اہل حق حضرات حق گوئی کی وجہ سے مصائب میں مبتلا رہے۔ بڑے بڑے ائمہ نے "فَازَ أَحْمَدُ وَ خَسِرْنَا" کہہ کر حالات کی ناہمواری کا اعتراف فرمایا۔ رحمہم اللہ

تحریکِ اہل حدیث: یہ بھی اپنے وقت کی ایک تحریک ہے جس کا مقصد

① اسلام میں اعتقادی اور عملی سادگی کو قائم رکھنا اور افراط و تفریط میں اعتدال کی راہ کا تعین اور اس کی پابندی کرنا ہے۔

(۲) محبت اور بغض میں عموماً انسان اعتدال کی حدوں کو پھاند جاتا ہے۔ ائمہ حدیث ایسے موقع پر ہمیشہ نقطۂ اعتدال کی تلاش فرماتے اور لوگوں کو اس سے آگاہ کرتے رہے۔

(۳) قرآن وسنت اور ان کے متعلقہ علوم کی تدوین واشاعت

(۴) زندگی کے تمام شعبوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام

روافض کو اہل بیت کی محبت میں غلو تھا اور خوارج کو ان کے بغض میں، اہل سنت نے اعتدال کی راہ اختیار کی۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کو عام انسانوں کی طرح مجسم مانتے تھے اور بعض اس کی صفات کو ایک مفہوم کی حد تک سمجھتے اور ان کی حقیقت سے صاف انکار کرتے تھے۔ ائمہ حدیث نے صفات کی حقیقت کو تسلیم فرمایا اور تشبیہ ومماثلت کی نفی فرمائی، یہی معتدل راہ تھی۔

قیاس کے ہمہ گیر اثرات نے نصوص اور صحیح احادیث کو بے کار کر کے رکھ دیا اور ظاہریت کی طغیانی نے قیاس کا سرے سے انکار ہی کر دیا۔ حالانکہ نظائر اور ملتی جلتی چیزوں کے احکام بھی باہم متشابہ رہنے چاہئیں، عقل سلیم کا یہی فتویٰ ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ﴾[1] ''جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری اور میزان بھی۔'' فرما کر قیاس کے اسی پہلو کو واضح فرمایا ہے۔ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی 'المحلی' کے بعض قیمتی مباحث اہل حق کی آنکھوں کے لیے نور ہیں، لیکن بعض مضحکہ خیز توجیہات بھی اہل علم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ جہاں وہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے تو منع فرماتے ہیں لیکن پاخانہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

حافظ ابن قیم نے 'اعلام الموقعین' میں اہل حق کے موقف کی پوری وضاحت فرمائی ہے۔ قیاس کی سمّیت کا یہ اثر تھا کہ محرمات اور مسکرات کی جزوی رخصت دے کر حرام کو حلال بنانے کی کوشش کی گئی، چنانچہ نبیذ اور طلا وغیرہ کے مباحث فقہا رحمۃ اللہ علیہم کی مستندات میں مرقوم ہیں اور منکرین قیاس نے پاخانہ کی نجاست کو پیشاب سے بھی کم تصور فرمایا۔ اس لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ میزان اہل حدیث کے ہاتھ میں ہے جنھوں نے نبیذ اور طلا کا فیصلہ «کل مسکر حرام» کی روشنی میں کیا۔ مسکر کا استعمال تو دور رہا، اس کی صورت بدل کر سرکہ بنانے کی بھی ممانعت فرمادی اور نجاست کے معاملہ میں پیشاب اور دیگر نجاستوں کا ایک ہی حکم تصور فرمایا۔ قیاسِ صحیح کا بھی یہی تقاضا تھا اور نصوصِ صحیحہ کا بھی یہی مفاد تھا۔

---

1. الشوریٰ: ۱۷ ... ''جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری اور میزان بھی...''

اہل حدیث اور باقی تحریکات

عموماً تحریکات وقتی تقاضوں کی پیداوار ہوتی ہیں، اس لیے وقتی اور مخصوص مقاصد کی تحصیل کے بعد ان تحریکوں کی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً

شیعہ: خاندان نبوت کے ہوا خواہوں نے سمجھا کہ خلافت کا حق موروثی طور پر اسی خاندان کو ملنا چاہیے، اس لیے اہل بیت کی طہارت و عصمت میں غلو کیا گیا۔ علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی قرار دیا گیا۔ صلاۃ اور اذان تک اسی مقصد کے مطابق تبدیل کر دی گئیں، لیکن جب اُموی اقتدار نے محمد بن الحنفیہ جیسے خاندانی لوگوں کو یزید کی دوستی پر مجبور کر دیا تو تحریک کی معنویت ختم ہو گئی اور اس کے انقلابی ارادے عدم کی نظر ہو گئے۔ تحریک کے ناکام لیڈروں نے تحریک کو عقیدے اور مذہب کا رنگ دے دیا اور اس طرح یہ وقتی مسئلہ ہمیشہ کی تفریق اور دشمنی کا موجب ہو گیا، لیڈروں کی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کی یہی صورت تھی جس کے نتیجہ میں اہل بیت کا تقدس بڑھ چڑھ کر بیان کیا گیا، ان کی قبریں پجنے لگیں، مجلس عزا نے ایک جشن کی صورت اختیار کر لی اور ماتمی جلسہ تقریبِ شاہی کی نمائش کرنے لگا۔ تحریک مقصدِ حیات کے لحاظ سے ختم ہو گئی، لیکن لازوال دشمنی اور تفریق کی ایک بیماری سی اُمت میں چھوڑ گئی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شیعہ اور سنی مسلمان میں ایک نوع کا بعد ساپیدا ہو گیا۔

خوارج: خوارج نے اس غلوّ کو توڑنا چاہا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اہل بیت بشری تقاضوں سے بالا نہیں ہیں، نہ وہ معصوم اور بے گناہ ہیں اور نہ غلطیوں سے محفوظ، بلکہ فی الواقع ان سے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اس اظہارِ بیان نے غلو کی صورت اختیار کی اور اہل بیت کی تکفیر تک نوبت پہنچ گئی۔ اہل بیت کے اقتدار کے خاتمہ کے ساتھ تحریک کی عملی حیثیت بھی ختم ہو گئی۔ تحریک کے ناکام لیڈروں نے اسے بھی مذہب اور فلسفہ کا رنگ دے کر ایک جدید مذہب کی بنیاد رکھ دی جس کا اسلام سے بہت کم تعلق ہے۔

متکلمین و مبتدعین: اسی طرح بعض عقل پرست حضرات نے اسلام کو اصطلاحی عقل اور عرفانی فلسفہ کے ساتھ آمیز کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں اعتزال اور جہمیت پیدا ہوئی۔ خلق قرآن اور صفتِ باری کی 'عینیت' اور 'غیریت' کے بے ضرورت مباحث پیدا ہو گئے۔ اسلام کو عقل کی روشنی میں سمجھنے کی بجائے اسلام کے بعض اساسی اور بنیادی مسائل کا انکار کیا جانے لگا۔ ہمارے متکلمین پر حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پھبتی کس قدر صحیح ہے: لَا لِلْإِسْلَامِ نَصَرُوْا وَلَا لِعَدُوِّهِ كَسَرُوْا

"نہ اسلام کی مدد کر سکے اور نہ فلاسفہ کی یورش کا مقابلہ کر سکے۔"

آخر علماے اسلام اور ائمہ حدیث نے جب یونانی فلسفہ کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا اور یونانی فلسفہ کے وکیل مقدمہ ہار گئے اور ائمہ سنت نے مدافعت کی بجائے فلسفہ پر براہِ راست حملے شروع کیے تو اعتزال اور جہمیت ایسی تحریکیں اور متکلمین کی موشگافیاں ہی ختم ہو گئیں اور یہ تحریک بھی صرف کتابوں کے اوراق کی زینت بن کر رہ گئی۔ غرض ہر وقتی تحریک کا یہی حشر ہوا اور وہ اپنا کام کر کے یا ناساز گاری حالات کے اثر سے بے اثر ہو گئی۔

معمر ترین تحریک

اس سارے عرصہ میں 'تحریک اہل حدیث' بدستور کام کرتی رہی۔ اس میں ایسی جامعیت تھی کہ اس کے خدمت گزاروں کو دنیا کے ہر گوشے میں کام ملتا رہا اور ان کی ضرورت محسوس ہوتی رہی۔ پہلی صدی ہجری میں حفظ اور کتابتِ حدیث، دوسری میں تدوین حدیث اور تصنیف و تالیف کی تاسیس کے کام، اس کے علاوہ اعتقادی اور عملی بدعات سے دست بدست لڑائی۔ ان بدعات نے جن چور دروازوں کو تخریب اسلام کے لیے کھولا تھا ان کی نگرانی، اس کے ساتھ مسلمانوں کے جماعتی شیرازہ کی حفاظت تاکہ بیرونی حملوں سے اسلام کی سیاسی قوت تباہ نہ ہو جائے۔ یہ وہ دور اندیشیاں ہیں جن کے نتائج فکر نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے بحر زخار کو بار بار جیل جانے پر مجبور کیا، پھر بوقتِ ضرورت اسی حکومت کی حمایت میں جس نے شیخ کو جیل بھیجا، ایک سپاہی کی طرح میدان کارزار میں دادِ شجاعت دیتے نظر آئے اور ہلاکو اور چنگیز کی فوجوں سے برسوں سینہ سپر رہے۔ یہ اعتدالِ مزاج اور حفظِ مراتب کے وہ عظیم الشان کارنامے اور فوق العادات کام ہیں جو شاید ائمہ سنت اور اربابِ حدیث ہی کا حصہ تھا اور یہ تحریک سب سے معمر اور قدیم ترین تحریک ہے جو ان فتنوں سے عہدہ بر آ ہو کر زندہ رہی، کیونکہ یہ تحریک نہ وقتی تھی نہ ظروف و احوال کی پیداوار بلکہ اس کا مقصد پورے اسلام کی خدمت تھا۔

فتح ہند اور اہل حدیث

ساحل ہند پر وارد ہونے والے ہر اول دستے کا منہج اور مشغلہ بھی حدیث سے براہ راست استفادے کا تھا۔[1]

---

1 غالباً مقالہ نگار کی مراد ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے، جو پہلے پہل برصغیر آئے اور چونکہ وہ اسی خالص منہاج و عقیدہ پر کاربند تھے جو فقہی مکاتب فکر کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست اطاعت واتباع کا حامل ہے۔ بعض محققین بیان کرتے ہیں کہ ارضِ برصغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچیس صحابہ کرامؓ کے ورود مسعود سے بہرہ ور ہوئی ہے جس میں سے بارہ حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت میں، پانچ حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد میں، تین حضرت علی بن ابی طالبؓ کے دور میں، چار سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے

آج بھی سندھ میں شیخ بدیع الدین اور ان کا خاندان، اور ایک عظیم الشان مکتبہ جس میں حدیث اور رجال کا بے نظیر ذخیرہ موجود ہے، قرونِ ماضیہ کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ اس وقت گو سندھ میں اہل توحید کو وہ قوت حاصل نہیں لیکن تاریخ کے اَوراق ان کی خدمات کو نہیں بھول سکتے۔ اسی طرح مغل فاتحین بھی اسلامی سادگی اور دین فطرت کی روشنی سے زیادہ فارسی تہذیب سے آشنا تھے، اس لیے ہندوستان میں اسلامی سادگی اور کتاب و سنت کی تعلیمات کا زور زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور نہ ہی خدامِ حدیث کی اس قدر کثرت ہو سکی جس قدر بعض دوسرے ممالک میں تھی۔ شیخ علی المتقی صاحب 'کنز العمال' اور شیخ محمد طاہر موئلف 'مجمع البحار'، شیخ مجدد احمد سرہندی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس وقت مغتنمات میں سے تھے۔ اکبری فتنوں کے سامنے کوئی طوطی کی آواز کو سنے یا نہ سنے مگر طوطی نے اپنا فرض ادا کرنے میں کمی نہیں کی۔ اس وقت اہل حق کس قدر کمزور تھے، شیطانی طاقتیں کس قدر جمع ہو رہی تھیں، فتنوں کا سیلاب کتنا تباہی خیز تھا، حکومت کا دینی جذبہ اہل حق کے لیے کتنی مصیبت کا باعث تھا، اعراس اور موالید کو بعض لوگوں نے اسلام کا بنیادی مسئلہ سمجھ رکھا تھا، تاہم ان بزرگوں نے ان بدعات پر کڑی نکتہ چینی کی۔ غیر اسلامی رسوم اور غیر اسلامی نظریوں کے خلاف ان مجددین وقت کی پر شکوہ آواز فضائے دہر میں گونجتی رہی۔ اللہ اُن سے راضی ہو جائے۔

بدعی استیلا

اس ناخوشگوار ماحول نے اکبر ایسے ملحد انسان پیدا کر کے اہل حق کے لیے فضا کو اور بھی مکدر کر دیا۔ ملا مبارک کا خانوادہ اسی ظلمت کدہ میں ﴿ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ﴾ کا حکم رکھتا ہے۔ یہ ایک بدعی استیلا تھا جس کے لیے ایک تیز مسہل کی ضرورت تھی جس کا نضیج تو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور آخری تدبیر کار کے لیے مالکِ قضاء و قدر نے صاحبِ سیف و قلم مولانا اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب فرمایا، جن کی مساعی نے مریض کو موت و حیات کی کشمکش سے نکال کر صحت کے آثار نمایاں فرما دیے۔ اس وقت جماعت کے سامنے سب سے

عہد میں اور ایک یزید بن معاویہ کے عہد میں تشریف لائے تھے۔ ان صحابہ کے علاوہ مختلف اوقات میں بلادِ عرب سے اقلیم ہند میں متعدد تابعین و تبع تابعین قدم رنجا فرماتے رہے جن کی شب و روز کا مشغلہ حدیث رسول ﷺ کی ترویج و اشاعت تھا۔ چنانچہ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ "عثمان بن ابی العاصؓ اپنے بھائیوں میں بہترین صحابی رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں طائف کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ انہوں نے ہندوستان کے تین شہروں میں جہاد کیا ہے۔" (مزید تفصیلات کے لئے دیکھیں: 'برصغیر میں محدثین کی مساعی' از غازی عزیر مبارکپوری، ماہنامہ 'محدث' جنوری ۱۹۹۳ء) ح۔م

اہم اور پہلا مقصد یہ تھا کہ وہ ہندوستان میں ایک دینی حکومت قائم کرے جس کے اربابِ اقتدار صحابہ کرام کی سیرت رکھتے ہوں، جن کے اسلام پر غیر مسلم اقلیتیں مطمئن ہوں۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ظالم کا بدلہ مظلوم سے لیا جائے۔ ایسی سفاکانہ حرکتیں غیر مسلم تہذیب گوارا کر سکتی ہے، اسلام اسے قطعاً برداشت نہیں کرتا۔

دوسرا مقصد عملی بدعات کے خلاف جہاد تھا۔ اس وقت کے سنّی بھی عجیب وغریب تھے۔ اہل سنت کے گھروں سے تعزیہ کے جلوس نکلتے تھے، عشرۂ محرم میں سنّی بھی سوگوار رہتے، حالانکہ ہمارے یہاں ایسے سوگ تین دن سے زیادہ جائز نہیں۔ سالہا سال تک سوگ اسلام کا طریقہ نہیں۔ محرم کی نیاز، اس ماہ میں نکاح کی ممانعت اسلام کا حکم نہیں۔

اعتقادی خرابیاں، قبر پرستی، مزار پرستی کا عام رواج تھا۔ اخلاق کا یہ حال تھا کہ بازاری عورتیں گانے بجانے کے لیے اچھے اچھے شریف گھروں میں آتی تھیں اور معاشرہ میں اسے برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ارکانِ اسلام عموماً متروک تھے، قبور اور مشاہد کے طواف حج کعبہ کا نعم البدل تھے، تعلیمی اداروں کا زیادہ زور منطق اور یونانی فلسفہ پر تھا، علومِ سنت قطعاً متروک تھے۔ ربع مشکوٰۃ تبرکاً طلبہ دیکھ لیتے۔ اصلاحِ حال کا سارا بوجھ صرف اللہ کے ایک بندے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان پر تھا۔ قرآن کے ترجمہ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مصیبت برپا کر دی۔ طاغوتی طاقتیں سارے معمورہ میں پھیل رہی تھیں، شیطان ننگا ناچ رہا تھا، اہل حق مجبور تھے کہ مصلحت اندیشی سے کام لیں۔

نتائج وعواقب

نظام حق کی اشاعت کے لیے سنتِ نبوی کے مطابق سید احمد رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرو میں نفری جنگ لڑی جس میں بظاہر ناکامی ہوئی اور بقیۃ السیف پنجاب پھر پورے ہندوستان میں پھیل گئے۔ انگریز نے عیارانہ طور پر تحریک کا تعاقب کیا۔ تحریک خفیہ (انڈر گراؤنڈ) ہونے پر مجبور ہو گئی اور جماعت کے کام میں خلفشار سا ہو گیا۔ مولانا عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حافظ عبد المنان رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی، لکھوی علماے کرام اور بعض دوسرے اہل فکر صرف قرآن عزیز اور حدیث شریف کی نشر واشاعت پر قانع ہو گئے۔ ان بزرگوں کے اثر سے قرآن و حدیث کے درس جا بجا کھل گئے۔ اعتقادی و عملی بدعات ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگیں۔ والحمد للہ علی ذلک!

مصائب و آلام کے جس سیلاب سے تحریک اہل حدیث کو اس وقت گزرنا پڑا اور دریائے شور کی سیر جس طرح ہمارے اکابر نے کی، جیل کی جو اذیتیں ان بزرگوں نے سہیں آج لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

مجاہدین کا گروہ

مولانا عبد العزیز رحیم آبادی، مولانا عبد اللہ صاحب غازی پوری، صوفی ولی محمد صاحب فیروز پوری، مولوی اکبر شاہ سخانوی، مولانا عبد القادر قصوری، مولانا فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بدستور اسلامی نظام کے قیام کے لیے کوشش فرماتے رہے۔ یہ کوششیں خفیہ طور پر جاری رہیں اور عام حریت پرور تحریکات میں جماعت کی اکثریت کام کرتی رہی۔ خلافت، کانگریس، احرار، مسلم لیگ وغیرہ جماعتوں میں اہل حدیث نے صرف اسی نقطۂ نظر سے کام کیا کہ اس ملک میں کلمۃ اللہ کو بلند کیا جائے، اس مجاہدانہ تحریک کو ناکام کرنے کے لیے یورپ کے مدبر پوری کوشش سے سرگرم تھے اور یہاں اقامتِ دین اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے خاندان کی مساعی کارفرما تھیں اور اصلاحِ حال کا سارا بوجھ اسی مختصر جماعت پر تھا جن کے پاس دولتِ ایمان کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اور اس کے علاوہ ملک کے شکست خوردہ ذہن 'وہابی' کے لفظ سے اس قدر بدکتے تھے، گویا وہ ﴿حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾﴾[1]

مناظرانہ تحریک

بعض بزرگوں نے مناظرات کی راہ اختیار کی۔ وقتی خطرات کے لیے یہ ایک مفید علاج تھا۔ ممکن ہے، ان کی افادیت میں کسی دوست کو اختلاف ہو لیکن وقت کی ضرورت کے لحاظ سے ان کے مفید ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

قادیانیت اور بعض دوسرے فرقوں نے عوام میں جس طرح بدعی خیالات کی اشاعت کرنی شروع کی تھی، اگر اس کا بروقت علاج نہ کیا جاتا تو آج پانی سر سے گزر گیا ہوتا۔ اگر صورتِ حال کو جلد از جلد درست نہ کیا جاتا تو قادیانیت ایک عظیم فتنہ کی صورت اختیار کر لیتی۔ نصف صدی کی یہ کوششیں یقیناً ان فتنوں کے دفاع میں کافی مفید ثابت ہوئیں، ورنہ انگریز بہادر کی عطا کردہ نبوت آج ایک مصیبت بن چکی ہوتی۔

میرا مقصد ان گزارشات سے جماعت کی ان خدمات کا مختصر سا جائزہ لینا تھا جو جماعت نے مختلف طریقوں

---

1 المدثر: ۵۰-۵۱ ... " جیسے کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو شیر سے فرار اختیار کر چکے ہوں۔"

سے ادا کیں تاکہ عامۃ المسلمین اس بات کا اندازہ لگا سکیں کہ اس تحریک نے اسلام کے لیے کیا کچھ کیا اور ماضی و مستقبل کی تحریکات اور اس تحریک میں کیا فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اتفاق، خلوص اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اسلام اور اہل اسلام کے لیے مفید تر ثابت ہو سکیں۔

مختلف مکاتبِ فکر کے علما کے اقوال

① مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ 'مولانا سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر' کے مقدمہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ہندوستان پر اللہ کی بڑی رحمت ہوئی کہ عین تنزل اور سقوط کے آغاز میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے وجود نے مسلمانوں کی اصلاح و دعوت کا ایک نیا نظام مرتب کر دیا تھا اور وہ 'رجوع الی دین السلف الصالح' ہے۔ اس دعوت نے ہندوستان میں فروغ حاصل کیا اور گو سیاسی حیثیت سے وہ ناکام رہی، تاہم نظری، مذہبی و علمی حیثیت سے اس کی جڑیں مضبوط بنیادوں پر قائم رہیں جن کو ہندوستان کا سیاسی انقلاب بھی اپنی جگہ سے ہلا نہ سکا۔ اس تحریک کا اوّلین اصول یہ تھا کہ اسلام کو بدعات سے پاک کر کے علم و عمل میں سلف صالحین کی راہ پر چلنے کی دعوت مسلمانوں کو دی جائے اور مسائل فقہیہ میں فقہائے محدثین کے طرز کو اختیار کیا جائے۔"

یہاں سید صاحب ہی کی طرف سے ایک حاشیہ ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

"لوگوں نے اس کو بھی مختلف فیہ مسئلہ بنا رکھا ہے کہ وہ (شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) فقہ میں کیا تھے؟ شاہ صاحب نے اپنے سوانح 'الجزء اللطیف' کے آخر میں خود ہی بتا دیا ہے کہ وہ کیا تھے؟ فرماتے ہیں:

"وبعد ملاحظہ کتبِ مذاہب اربعہ واُصولِ فقہ ایشاں واحادیثے کہ متمسک ایشاں است قرار داد خاطر بمد ونور عینی روش فقہاء و محدثین افتاد۔" یعنی مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کی اصول فقہ کی کتابوں اور ان احادیث کے غائر مطالعہ کے بعد جن سے وہ حضرات اپنے مسائل میں استناد فرماتے ہیں، نور عینی کی مدد سے فقہاء و محدثین کا طریقہ دل نشیں ہوا۔"

اس زمانہ میں یمن اور نجد میں اس تحریک کی تجدید کا خیال پیدا ہوا جس کو ساتویں صدی کے آخر اور آٹھویں کے شروع میں علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے مصر و شام میں شروع کیا تھا اور جس کا مقصد یہ تھا کہ

مسلمانوں کو ائمہ مجتہدین کی منجمد تقلید اور بے دلیل پیروی سے آزاد کر کے عقائد و اعمال میں اصل کتاب و سنت کی اتباع کی دعوت دی جائے۔ مولانا اسماعیل دہلوی کے عہد میں یہ تحریک ہندوستان تک بھی پہنچی اور خالص ولی اللّٰہی تحریک کے ساتھ آکر منظّم ہوگئی۔ اسی کا نام ہندوستان میں تحریک اہل حدیث ہے۔

④ یہی مولانا سید سلیمان ندوی 'تراجم حدیث ہند' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"اہل حدیث' کے نام سے ملک میں اس وقت بھی جو تحریک جاری ہے حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں، صرف نقش قدم ہے۔ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جس تحریک کو لے کر اُٹھے تھے وہ فقہ کے چند مسائل نہ تھے۔ بلکہ امامتِ کبریٰ، توحیدِ خالص اور اتباعِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں، مگر افسوس ہے کہ سیلاب نکل گیا اور باقی جو رہ گیا ہے وہ گزرے ہوئے پانی کی فقط لکیر ہے۔

بہر حال اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک دورِ ادبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لیے بجائے خود مفید اور لائق شکر ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا، توحید کی حقیقت نکھاری گئی، قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا، قرآنِ پاک سے براہِ راست ہمارا رشتہ جوڑا گیا، حدیثِ نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف واشاعت کی کوششیں کامیاب ہوگئیں اور دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی، نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی۔ (یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے غلطیاں بھی ہوئی ہیں) لیکن سب سے بڑی بات یہ کہ دلوں سے اتباعِ نبوی کا جو جذبہ گم ہوگیا تھا، وہ سالہاسال تک کے لیے دوبارہ پیدا ہوگیا، مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جارہا ہے۔

اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ 'جہاد' جس کی آگ اسلام کے مجمر (انگیٹھی) میں ٹھنڈی پڑی ہوئی تھی وہ پھر بھڑک اُٹھی، یہاں تک کہ ایک زمانہ گزرا کہ وہابی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے اور کتنوں کے سر قلم ہوگئے، کتنوں کو سولیوں پر لٹکنا پڑا اور کتنے پابہ جولاں دریائے شور عبور کر دیے گئے یا تنگ کوٹھڑیوں میں اُنھیں بند ہونا پڑا اور اب پردہ کیسا صاف کہنا ہے کہ مولانا (عبدالعزیز) رحیم آبادی کی زندگی تک تحریک کے علم برداروں میں یہ روحِ جہاد کام کررہی تھی ؎

افسوس کہ قبیلۂ مجنوں کسے نماند

علمائے اہل حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال

ایک زمانہ تک علماے اہل حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہسوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کررہے تھے، عرب اور یمنی ان سب کے سرخیل تھے اور دہلی میں مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی مسندِ درس بچھی تھی اور جوق درجوق طالبین حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درس گاہ کا رخ کررہے تھے۔ ان کی درسگاہ سے جو نامور اُٹھے، ان میں سے ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی تھے، جنھوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس درس گاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق صاحب مرحوم صاحبِ 'عون المعبود' ہیں، جنھوں نے کتبِ حدیث کی جمع اور اشاعت اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس درسگاہ کے تیسرے نامور حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری ہیں جنھوں نے درس وتدریس کے ذریعے خدمت کی اور کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔ اس درس گاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع اعظم گڑھ میں مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارک پوری تھے، جنھوں نے تدریس و تحدیث کے ساتھ ساتھ جامع ترمذی کی عربی شرح 'تحفۃ الاحوذی' لکھی۔

اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہوچکا ہے، رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمۂ مصفا کی طرف واپسی ہوئی۔"

(۳) یہی علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ 'سیرت سید احمد شہید' کے مقدمہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"تیرھویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہورہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم اور بدعات کا زور تھا، مولانا اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد بریلوی کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدیدِ دین کی نئی تحریک شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب سارے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائی سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق درجوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے۔ اس مجاہدانہ کارنامہ کی عام تاریخ لوگوں کو یہیں تک معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکھوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہوئے، حالانکہ یہ واقعہ اس کی پوری

تاریخ کا صرف ایک باب ہے۔ اس تحریک نے اپنے پیرووں میں للّٰہیت، خلوص، اتحاد، نظم، سیاست اور تنظیم کا جوجوہر پیدا کر دیا تھا، اس کے سمجھنے کے لیے کتاب (سیرت احمد شہید) کا چوتھا باب کافی ہے۔ بنگال کی سرحد سے لے کر پنجاب تک اور نیپال کی ترائی سے لے کر دریائے شور کے ساحل تک اسلامی جوش و عمل کا دریا موجیں مار رہا تھا اور حیرت انگیز وحدت کا سماں آنکھوں کو نظر آرہا تھا۔

سید صاحب کے خلفا ہر صوبہ اور ولایت میں پہنچ چکے تھے، بدعتیں چھوڑی جارہی تھیں، نام کے مسلمان کام کے مسلمان بن رہے تھے، جو مسلمان نہ تھے وہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے۔ (کہتے ہیں کہ اس تحریک سے چالیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوئے)، شراب کی بوتلیں توڑی جارہی تھیں، تاڑی اور سیندھی کے خم لنڈھائے جا رہے تھے۔ بازاری فواحش کے بازار سرد ہو رہے تھے اور حق و صداقت کی بلندی کے لیے علما حجروں سے اور اُمرا ایوانوں سے نکل کر میدانوں میں آرہے تھے اور ہر قسم کی ناچاری، مفلسی اور غربت کے باوجود تمام ملک میں اس تحریک کے سپاہی پھیلے ہوئے تھے اور مجاہد تبلیغ دعوت میں لگے تھے۔"

④ شیخ محمد اکرام صاحب آئی سی ایس مؤلف 'آب کوثر'، 'موجِ کوثر'، رودِ کوثر' سے برصغیر ہند و پاک کے تقریباً تمام اصحابِ فکر و نظر واقف ہیں۔ موصوف 'غلبیات' کے ماہر اور سر سید رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ آپ ادارۂ 'ثقافت اسلامیہ' لاہور کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔ ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا اُنھوں نے کافی گہرا مطالعہ کیا ہے۔ یہاں کی تمام ادبی، ثقافتی، تمدنی اور دینی و اصلاحی تحریکات پر انھوں نے تحقیقی مضامین اور کتابیں لکھی ہیں۔

موصوف کی مشہور کتاب 'موجِ کوثر' سے ہم ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں جو موصوف نے ہندوستان کی عظیم الشان تجدیدی و اصلاحی تحریک 'تحریک اہل حدیث' کی بابت ارشاد فرمایا ہے:

"دوسرا طبقہ اہل حدیث حنفا کی جماعت ہے جنھوں نے تقلید کا قلادہ توڑ کر پھینک دیا اور کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت اور شرک و بدعت مٹانے میں بلا خوف عملاً ایسی کوششیں کیں کہ سارے ہندوستان میں ان کی روشنی پھیلی اور توحید کا منارہ بلند ہوا۔

اہل حدیث کی مرکزی جماعت 'اہل حدیث کانفرنس، امرتسر' ہے اور اس کے سرگرم کارکن مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ہیں جنھوں نے آریہ سماج اور قادیانی جماعت کے ساتھ مباحثوں میں بڑا حصہ لیا۔ اہل حدیث تقلید کے قائل نہیں اور یہ نہیں مانتے کہ اجتہاد کا حق چار اماموں کے بعد کسی کو نہیں رہا۔ یہ صحیح ہے کہ اسلامی روایات کو برقرار رکھنے، دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرنے اور اسلام کی

ترقی، مذہبی اور معاشرتی اصلاح میں یہ جماعت سب سے آگے ہے۔ مسلمانوں کو فضول رسموں سے بچانے، بیاہ، شادی، ختنے اور تجہیز و تکفین کی فضول خرچیوں سے روکنے اور پیر پرستی اور قبر پرستی کے نقائص دور کرنے میں اس جماعت نے بڑا کام کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ تعلیم یافتہ حضرات بھی ان نقائص اور مضر رسوم کو برا سمجھتے ہیں، لیکن انھیں ٹینس، سینما اور تہذیبِ حاضر کی دوسری دلچسپیوں سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ معاشرتی اصلاح کا ٹھوس اور محنت طلب کام اپنے ذمہ لیں۔
اس لیے یہ کام اکثر ان لوگوں کو کرنا پڑتا ہے جو تعلیم میں بھی بہت آگے نہیں اور کئی باتوں میں تنگ خیال بھی ہیں۔ بعض لوگ انھیں 'چوب خشک' کہتے ہیں، لیکن ان کے دل ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال ہیں اور وہ 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' کے پابند ہیں۔ ان کی کوششوں سے فضول اور مضر رسوم اور خلافِ شرع عقائد جو ہندوستانی مسلمانوں میں بہت عام ہیں، روز بروز کم ہو رہے ہیں، اگرچہ کامیابی کے لیے بہت زیادہ محنت درکار ہے، لیکن ان کوششوں کی جس قدر تعریف کی جائے، بجا ہے۔" (ص ۲۵ تا ۲۷)

⑤ اہل حدیث کے کرم فرمائے خاص مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا اور جو 'برہان" کے شمارہ اگست ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا ہے، تحریک اہل حدیث کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"بجائے خود یہ تحریک اہل حدیث کچھ بھی ہو، لیکن اس کو تسلیم کرنا چاہیے کہ اپنے دین کے اساسی سرچشموں (قرآن وحدیث) کی طرف، توجہ ہندوستان کے حنفی مسلمانوں کی جو پلٹی، اس میں اہل حدیث اور غیر مقلدیت کی اس تحریک کو بھی دخل ہے۔ عمومیت غیر مقلد تو نہیں ہوئی، لیکن تقلیدِ جامد اور کورانہ اعتماد کا طلسم ضرور ٹوٹا۔"

رسول اکرم ﷺ کی احادیثِ پاک کی جو روشنی اس وقت برصغیر ہندو پاک میں نظر آرہی ہے اور یہاں کے ایوان ہائے علمی و عملی ان کے چرچوں سے گونج رہے ہیں تو یہ سب نتیجہ ہے جماعت اہل حدیث کے ان نفوسِ قدسیہ کی مساعی، محنت، قربانی اور ایثار کا جن کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے لیے منتخب فرمایا اور تکویناً ان کے سپرد یہ خدمت کی گئی۔ انھوں نے علماً، عملاً، تصنیفاً، تدریساً، تبلیغاً اس مقدس علم کی اشاعت کی جس سے سنن نبویہ کا احیا ہوا اور صدیوں کا وہ جمود ٹوٹا جس نے یہاں کے فقہا، واعظین اور مدرسین کو ٹھس کر رکھا تھا۔
تیرھویں صدی ہجری کی پہلی چوتھائی میں اس آفتابِ ضیاپاش کی روشنی نہ صرف دہلی، راجپوتانہ، یوپی، بہار، بنگال، جنوبی ہند، سندھ، گجرات، کاٹھیاواڑ، شمال مغربی سرحد اور پنجاب میں بلکہ مشرق وسطیٰ کے ممالک

تک کے علمی حلقوں میں پہنچ گئی۔

﴿ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ﴾[1]

احیاے سنت کی اس علمی اور اصلاحی تحریک کی قیادت دو مجددِ وقت کر رہے تھے۔ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور والا جاہ امیر الملک مولانا سید محمد صدیق حسن خان صاحب قنوجی سربراہِ ریاست بھوپال۔ طاب الله ثراهما وجعل أعلىٰ الجنة مثواهما

مصلحین عرب کیا کہتے ہیں؟

اہل حدیث کی یہ احیائے سنت اور فروغِ حدیثِ نبوی کی تحریک اس دور میں برصغیر میں پیدا ہوئی جب دنیا بھر میں حدیث اور اس کے علوم کو نظر انداز کیا جا رہا تھا، چنانچہ مصر کے علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۵۳ھ) ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ جب وہ ۱۳۱۵ھ میں مصر پہنچے تو وہاں کے خطبا، وعاظ اور مدرّسین کا یہ حال دیکھا کہ وہ اپنے خطبوں، وعظوں اور اسباق میں ایسی بے نشان روایتیں بیان کر رہے ہیں جن میں ضعیف، منکر اور موضوع سب ہی قسم کی ہیں۔ اور سلسلۂ گفتگو میں یہ بھی لکھا ہے:

"قد ضعُفت في مصر والشام والعراق والحجاز منذ القرن العاشر حتى بلغت منتهى الضعف في أوائل القرآن الرابع العشر"[2]

"علم حدیث کی یہ کمزور حالت سب ہی مشرقی ملکوں مصر، شام، عراق اور حجاز وغیرہ میں دسویں صدی ہجری سے چلی آرہی ہے، مگر ابتدائی چودھویں ہجری میں یہ ضعف انتہا کو پہنچ گیا۔"

[ماخوذ از 'مجموعۂ مقالات' مولانا عبد الحمید رحمانی: ج ۱/ ص ۴۹ تا ۶۷]

(انتخاب: حافظ خضر حیات، طالبعلم ایم فل 'حدیث نبوی'، مدینہ یونیورسٹی)

---

۱ سورۃ ابراہیم: ۲۴

۲ مقدمہ 'مفتاح کنوز السنہ'

'انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد' اور
'لاہور اسلامک یونیورسٹی' کے اشتراک سے سیمینار

'انتہاپسندی، فرقہ واریت اور تشدد کے انسداد میں دینی جامعات کا کردار'

تحریر: شفیق الرحمن زاہد

جامعہ لاہور الاسلامیہ Lahore Islamic University کے مختلف ملکی اور غیر ملکی یونیورسٹیوں سے تعاون اور اشتراکِ عمل کے معاہدات ہیں جس کے تحت یہ یونیورسٹیاں جامعہ ہذا کے اشتراک سے درپیش مسائل پر سیمینارز منعقد کراتی رہتی ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی مذکورہ بالا عنوان پر منعقد ہونے والا وہ سیمینار بھی ہے جو بروز ہفتہ ۱۴ جنوری ۲۰۱۷ء/ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ کو جامعہ لاہور الاسلامیہ کے مرکزی کیمپس، گارڈن ٹاؤن لاہور میں ہوا۔ یہ سیمینار بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے 'اقبال انسٹیٹیوٹ برائے مکالمہ و تحقیق' اور جامعہ لاہور الاسلامیہ کے 'اسلامک ہیومن رائٹس فورم' کے اشتراک سے منعقد ہوا۔ تفصیلی رپورٹ اور خطابات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ 'محدث')

انتہاپسندی اور دہشت گردی ایک ایسا فعل یا عمل ہے جس سے معاشرے میں دہشت و بدامنی کا راج اور لوگوں میں خوف وہراس پھیلتا ہے۔ اس وقت دنیا کو نظری و عملی انتہاپسندی اور دہشت گردی کا ہی سب سے بڑا چیلنج درپیش ہے۔ پریشانی کی بات ہے کہ اب یہ انتہاپسندی فکر و نظر، زبان و قلم سے آگے قتل وغارت کی انتہائی خطرناک صورت اختیار کرچکی ہے۔ سیاست و معیشت اور معاشرت غرض ہر چیز اس کی زد میں ہے اور ہزاروں بچے، بوڑھے اور جوان اِس کی نذر ہوچکے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دہشت گردی اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں۔ اسلام ایک اعتدال پسند مذہب ہے، اور اس کی تمام تعلیمات میں یہ وصفِ خاص ممتاز طور پر نظر آتا ہے۔ جہاں تک انتہاپسندی کا تعلق ہے، اسلام اس کی تائید نہیں کرتا، اس انتہاپسندی کے جس پہلو سے دہشت گردی جنم لیتی ہے، اور جہاں پہنچ کر عدل وانصاف کے تمام تقاضے رخصت ہوجاتے ہیں، صرف ایک جنون باقی رہ جاتا ہے، قابل مذمت ہیں۔ آج جہاں کہیں بھی دہشت گردی نظر آرہی ہے، وہ اسی جنون کے مختلف مظاہر ہیں۔ اسلام کو وہ انتہاپسندی بھی مطلوب

نہیں جو کسی فرد یا قوم کو انتہائی بزدل بنا دیتی ہے اور اس میں اتنی صلاحیت یا اتنا حوصلہ اور سکت بھی باقی نہیں رہتی کہ وہ اپنا حق لے سکے یا اپنا دفاع کر سکے۔ اسلام کی اعتدال پسندی یہ ہے کہ وہ اپنی جان ومال، اور دین ووطن کے دفاع اور تحفظ کے لیے سینہ سپر رہنے کی تلقین بھی کرتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ کسی فرد یا قوم سے کسی دوسرے فرد یا قوم کو بلا قصور کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

افسوس کہ انتہا پسندی کا یہ عفریت براہِ راست آسمان سے نازل نہیں ہوا بلکہ یہ مٹی سے جنم لینے والا انسانی گروہ ہی ہے، جو انسانیت کو درندگی کے ایسے خطرناک موڑ پر لے آیا ہے جہاں سے واپسی ناممکن تو نہیں لیکن خاصی حد تک مشکل ضرور ہے۔ اسی انتہا پسندی اور فرقہ واریت کو روکنے کے لیے گزشتہ دنوں جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے 'اقبال انسٹیٹیوٹ برائے تحقیق ومکالمہ' کے اشتراک سے ایک ورکشاپ 'انتہا پسندی، فرقہ واریت اور تشدد کے انسداد میں دینی جامعات کا کردار' کے نام سے نماز عصر تا عشاء منعقد ہوئی جس میں اسلامی یونیورسٹی کے چیئرمین ڈاکٹر محمد یوسف درویش، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے سرپرست جناب ایس ایم ظفر (سابق وفاقی وزیر قانون)، جماعۃ الدعوۃ کے پروفیسر ظفر اقبال، 'تنظیم اساتذہ پاکستان' کے صدر پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اکرم، نامور صحافی سجاد میر، رؤف طاہر، ارشاد احمد ارشد، انور طاہر، اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ شریعہ و قانون کے اساتذہ: ڈاکٹر حافظ محمد انور، ڈاکٹر فضل ربی، کلیۃ القرآن والتربیہ الاسلامیہ کے مدیر قاری صہیب احمد میر محمدی، تنظیم اسلامی کے ڈائریکٹر ریسرچ حافظ عاطف وحید، لاہور یونیورسٹی کے صدر ڈاکٹر علی اکبر زہری، پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سالک، ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر، کالجز کے اساتذہ کرام پروفیسر ڈاکٹر اختر حسین عزمی، ڈاکٹر مدثر اور ڈاکٹر عبد الغفار نے شرکت کی، جبکہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے مشائخ واساتذہ مولانا محمد رمضان سلفی، مولانا زید احمد، ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی، ڈاکٹر حافظ انس مدنی، ڈاکٹر حافظ حسین ازہر، مولانا محمد شفیع طاہر، مولانا شاکر محمود، مولانا احسان اللہ فاروقی، حافظ محمد کوثر زمان ناظم 'الحکمہ انٹرنیشنل' اور دیگر اساتذہ واہل علم بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔

ورکشاپ کے پہلے سیشن (عصر تا مغرب) میں شیخ الجامعہ ڈاکٹر مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی، محترم جناب ایس ایم ظفر اور اسلامک یونیورسٹی کے چیئرمین شیخ الدرویش نے خطاب کیا۔ سیشن کا آغاز ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی کی تلاوتِ کلام مجید سے ہوا، جبکہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے مدیر التعلیم ڈاکٹر حافظ حسن مدنی نے نقابت کے فرائض انجام دیے۔ پہلے سیشن میں ڈاکٹر ممتاز احمد سالک اور محترم قاری صہیب احمد میر محمدی نے بھی تبصرہ کرکے شرکت کی۔ جبکہ دوسرے سیشن (مغرب تا عشاء) میں تمام شرکا کے مابین پیش نظر موضوع پر مجلس مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں مذکورہ بالا نامور شخصیات نے اظہارِ خیال کیا۔

جامعہ لاہور کے آڈیٹوریم میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے انتظامات کیے گئے تھے۔ سٹیج پر مہمانان گرامی کی تشریف آوری اور تلاوتِ کلام پاک کے بعد ڈاکٹر حافظ حسن مدنی نے سب شرکا کو خوش آمدید کہتے ہوئے موضوع کی اہمیت اور انتہاپسندی کے خاتمے کی ضرورت کو اُجاگر کیا، انھوں نے کہا کہ عمل سے قبل فکر و نظر کی اصلاح ضروری ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی بیت اللہ سے بت پرستی کے خاتمے سے قبل لوگوں کے ذہنوں میں اُن کے بارے میں پھیلے نظریات کو واضح اور صاف کیا۔

'اقبال انسٹیٹیوٹ فار ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ' کی نمائندگی کرتے ہوئے ڈاکٹر احسان الحق صاحب نے سامعین کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کیا اور حمد و ثنا کے بعد 'اقبال انسٹیٹیوٹ فار ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ' (IRD) کا تفصیلی تعارف کرایا اور آج کے سیمینار کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔

① مولانا ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ (شیخ الجامعہ)

خطابات کے سلسلے کا آغاز آپ کے خطاب سے ہوا جس میں آپ نے حسبِ ذیل آیت کی تلاوت کی:

﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۗ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ ﴾[1]

"لوگ ایک ہی اُمّت تھے، تو اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کو خوشخبری دینے اور متنبہ کرنے والے بنا کر بھیجا اور اُن کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب اُتاری تاکہ وہ لوگوں کے باہمی اختلاف میں فیصلہ کریں۔"

اسلام دین برحق ہے اور حق کو دنیا میں نافذ العمل بنانا دین اسلام کا سب سے بڑا مشن اور مقصد ہے۔ جبکہ موجودہ حالات میں سیکولرازم دین اسلام کی حقیقی ہیئت اور شکل کو مسخ کرنے کے درپے ہے جس کا دعویٰ ہے کہ وہ علم اور دلیل کی بات کرتا ہے، جبکہ مذہب جذبات اور عقیدت کی بات کرتا ہے۔

۱۸۵۷ء تک تمام دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور فکری اساس متحد تھی، کسی مسلک کی تفریق نہ تھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد برطانوی سامراج نے مسلمانوں میں اتحاد کو ختم کرنے کے لیے شیعہ سنّی کی تفریق پیدا کی جس کی وجہ سے مسلمان اُمت وقت گزرنے کے ساتھ باہم دست و گریباں ہونے کی وجہ سے تشدد اور انتہاپسندی کی نذر ہو گئی۔ اُنھوں نے بتایا کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے دو واضح بلاک بن چکے ہیں: سنّی، شیعہ۔ پہلا بلاک فقہ جعفری کا ہے جس کے مطابق ایران کا آئین اور دستور بنایا گیا ہے۔ جبکہ دوسرا بلاک سنّی ہے جس کو آگے تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے: اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی.... طالبان کے دور میں فقہ حنفی کو افغانستان کا

---

۱ سورۃ البقرۃ: ۲۱۳

آئین اور دستور بنانے کی کوشش کی گئی جس کے نتیجے میں باقی مسالک اور قرآن وسنت سے براہِ راست استدلال کے امکانات مخدوش ہو گئے۔

کسی بھی معاملے کو اکثریت اور غالب ہونے کی وجہ سے قبول کیا جائے یا دلیل کی بنیاد پر...؟ آیتِ مبارکہ ﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ...﴾[1] کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک کیس لایا گیا کہ ایک آدمی کی ۹۹ بھیڑیں تھیں، دوسرے کی ایک ہی بھیڑ تھی۔ ۹۹ والے نے ایک بھیڑ لینے کا کیس حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے دائر کیا تو آپ نے علم و حکمت کے ساتھ فیصلہ فرمایا، نہ کہ اکثریت کو بنیاد بنا کر۔ اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ فیصلہ کرتے وقت حق اور دلیل کو دیکھا جاتا ہے، نہ کہ محض اکثریت اور غلبے کو۔ اُنھوں نے مزید فرمایا کہ 'دانش گاہیں اور عدالتیں' ایسی جگہیں ہیں جہاں صرف اور صرف دلیل کا زور چلتا ہے۔ تعلیمی اور قانونی اداروں میں ذاتی پسند و ناپسند، گروہ بندی اور حزبیت کی بجائے دلائل کی حکومت ہوتی ہے اور ہونی چاہیے، ان سے بلند ہونے والی طاقتور آواز سے معاشرے اور اقوام کا رخ بدل جاتا ہے۔ اور تعلیم ہی انسانی فکر کی تشکیل کرتی ہے۔ اسی لیے ہم نے ان میدانوں میں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لیے اس میدانِ کار کو منتخب کیا ہے۔

④ جناب ایس ایم ظفر، سابق وفاقی وزیر قانون (سرپرست جامعہ لاہور الاسلامیہ)

آپ نے اپنی گفتگو کا آغاز اس بات سے کیا کہ اسلام کی دو بڑی بنیادیں ہیں: احترامِ آدمیت اور برداشت۔

برداشت اور تحمل سے انسان کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انسان میں برداشت اور احترامِ آدمیت پیدا ہو جائے تو تمام قسم کے جھگڑے اور اختلافات ختم ہو جائیں۔ احترامِ آدمیت اور برداشت کیسے پیدا ہو؟

انھوں نے کہا کہ یہ دونوں چیزیں علم سے حاصل ہوں گی۔ علم ہو گا تو برداشت بھی پیدا ہو گی اور احترامِ آدمیت بھی آئے گی۔ افسوس کہ مسلمانوں نے علم کا دائرۂ عمل محدود کر دیا ہے، حالانکہ علم سائنس، علم فلکیات، علم ریاضیات، علم الحیوان اور جدید علوم و فنون کی معرفت بھی مسلمانوں ہی کی ذمہ داری ہے۔

انھوں نے نیوٹن اور آئن سٹائن کا قول بیان کیا کہ

"اتنی ترقی کرنے کے بعد بھی ہم گویا علم کے سمندر کے کنارے کھڑے سیپیاں گن رہے ہیں، نجانے اس سمندر کی گہرائی میں کیا کچھ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ پڑا ہے۔"

---

1 سورۃ ص: ۲۴... "داؤد نے جواب دیا کہ اس شخص نے تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کے لئے اس کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے۔ اور اکثر خلیط ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہی رہتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایماندار ہوں اور نیک عمل کرتے ہوں۔"

پھر جناب ظفر کہنے لگے کہ ''جہالت اتنی زیادہ خطرناک نہیں جتنی خطرناک یہ بات ہے کہ سمجھ دار انسان کہے کہ جو میں کہہ رہا ہوں، وہی حق ہے۔ علم آجانے سے جہالت تو ختم ہو جاتی ہے مگر جاہلیت بڑھ جاتی ہے۔'' اُنھوں نے شیخ الجامعہ مولانا ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ سے اپنی تحصیل علم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ''میں آج سے ۴۵ سال قبل ۱۹۷۱ء میں نماز فجر کے بعد اِن سے ترجمہ قرآن پڑھتا رہا ہوں۔''

④ پروفیسر ڈاکٹر احمد یوسف الدریویش حفظہ اللہ کا خطاب

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر پروفیسر ڈاکٹر احمد یوسف درویش نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں انتہا پسندی، فرقہ واریت کی مذمت اور اُمّتِ مسلمہ کے اتفاق واتحاد سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے جس کو پڑھنے کی اشد ضرورت ہے۔ علامہ اقبال اپنے افکار و نظریات کی بنا پر پوری دنیا میں جانے جاتے اور مسلمانوں کے فکری قائد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اسلام کے کئی ایک امتیازات ہیں، جن میں سے ایک اہم امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ رواداری کا درس دیتا ہے حتیٰ کہ کھانے پینے، صدقات وخیرات میں بھی میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ عبادات میں توازن کی مثال دیتے ہوئے کہنے لگے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا مِنَ الأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ الله لاَ يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا»[1]

''اے لوگو! اتنا عمل کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا، تم اکتا جاتے ہو۔''

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۝﴾[2]

''جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ اُن کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔''

﴿وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾[3] ''اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔''

جب ہم توازن و اعتدال کی بات کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم مداہنت کا شکار ہو جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فریق مخالف سے بات سنیں اور سنائیں، وہ مانے یا نہ مانے یہ اس کی مرضی ہے۔ ہمارے ذمہ کوشش ہے جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے جناب ابو طالب کو دعوتِ اسلام دی لیکن اس نے آپ کی دعوت کو

---

١ صحیح بخاری: ۵۸۶۱

٢ سورۃ الفرقان: ۶۷

٣ سورۃ الاعراف: ۳۱

نہیں مانا کیونکہ توفیق دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ﴾[1]

''نبی ﷺ! آپ جسے چاہیں، اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔''

اُنھوں نے انتہاپسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے چند ایک اہم نکات ذکر کیے مثلاً

انتہاپسندی اور فرقہ واریت نے اُمت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ مخلص لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ انتہاءپسندی اور فرقہ واریت کو روکنے کے لیے کردار ادا کریں کیونکہ انتہاپسندی اور فرقہ واریت کا ہم انکار نہیں کرسکتے، البتہ اس کا سامنا اور اس کا حل نکالنے کی ہمیں تدبیر کرنا چاہیے۔

ہمیں معاشرے میں دلیل اور اعلیٰ نظریات کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔

امن وسلامتی کی بنیاد پر دعوتِ دین دینے کی اشد ضرورت ہے۔

دہشت گرد کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم کے دروازے پر ہوں گے۔ امام ابن قیم نے فرمایا:

''اسلام عدل، سچائی اور امن پسندی کا دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام نے اسلام کو امن وسلامتی کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا ہے۔ انتہاپسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے اور منہجِ سلف کو اختیار کرنے ہی سے ممکن ہے۔''

دورِ جدید میں میڈیا اسلام کی شکل بگاڑنے میں خاصا پیش پیش ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کا مذاق اُڑانا اور معاشرے کو ان سے متنفر کرنا روز مرہ کا معمول بن چکا ہے۔ لہٰذا ہمیں سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ کے اداروں کی طرف بھی توجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر نشین جناب محترم ڈاکٹر الدریویش کے عربی خطاب کا ترجمہ، اسی یونیورسٹی کے 'کلیہ شریعہ و قانون' کے استاذ ڈاکٹر حافظ محمد انور نے اُردو زبان میں پیش کیا۔

اس موقع پر مذکورہ بالا خطابات کے اہم نکات کا خلاصہ پیش کرنے کے بعد سیمینار کے نقیب نے محترم شرکا کو مختصر تبصرے کی دعوت دی، جس کے نتیجے میں درج ذیل دو مختصر تاثرات پیش کیے گئے:

④ پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سالک حفظہ اللہ

'پنجاب یونیورسٹی' اور 'دی یونیورسٹی آف لاہور' کے سابق پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سالک نے کہا کہ سیکولر انتہاپسندی کا خاتمہ اور سوشل میڈیا پر پیدا ہونے والی نظریاتی جنگ کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

---

1 سورۃ القصص: ۵۶

اُنھوں نے فرمایا کہ آج سیکولر قوتیں ہمیں آپس میں لڑا کر ایک قسم کی خانہ جنگی کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہمیں ان کی سازشوں کو سمجھنا اور اتحاد کو قائم کرنا ہوگا۔ کیونکہ سیکولر قوتیں ہمیں باہم دست و گریباں کر کے ہمارے وسائل پر قبضہ جمانے کے درپے ہیں۔ ان کا مقابلہ ہمیں حکمتِ عملی کے ساتھ کرنا ہوگا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ ﴾[1]

''نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر باہمی تعاون کرو اور گناہ وزیادتی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔''

اُنہوں نے مزید کہا کہ انتہاپسندی ہر پہلو اور سمت سے قابل اصلاح ہے، اسلام کے نام پر ہونے والی انتہاپسندی کے ساتھ ساتھ لبرل اور سیکولر طبقے بھی انتہاپسندانہ رویے اختیار کر چکے ہیں، جس کی مثال فیس بک اور سوشل میڈیا پر آئے روز اسلام اور شعائر اسلام کے خلاف آنے والے اعتراضات ہیں۔ ان کا بھی خاتمہ ہونا چاہیے اور ہر لحاظ سے معاشرہ کو اعتدال کا علم بردار ہونا چاہیے۔

⑤ قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ (مدیر کلیۃ القرآن والتربیہ الاسلامیہ) کا تبصرہ

قاری صاحب نے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر محترم کے خطاب کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی کی تردید کرتے ہوئے ہمیں ان اصطلاحات کو ترک نہیں کر دینا چاہیے جو ہمیں قرآن وسنت نے سکھائی ہیں، مثلاً: جہاد جو اسلام کی بلند کوہان ہے، اس سے دستبردار ہونا سراسر گمراہی ہوگا۔ ایسے ہی دہشت گردی کی مذمت کے لیے ہمیں 'اِرہاب' کی عربی اصطلاح اپنانے سے بھی گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ لفظ تو قرآن کریم میں مثبت معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

دوسرا سیشن

اس کے بعد نمازِ مغرب کا وقفہ ہوا، جس کے بعد فاضل شرکا مجلس کے مابین مذاکرہ کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔

⑥ پروفیسر ظفر اقبال حفظہ اللہ

مذاکرہ کا افتتاحی خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے تو یہ طے ہونا ضروری ہے کہ انتہا پسندی کسے کہتے ہیں؟ ''کسی بھی مسئلے میں اپنی ذاتی فکر کو حتمی، حرفِ آخر قرار دینا، اسی کو حق سمجھنا، اس کو منوانے کے لیے تشدد کرنا، اور کفر کے فتوے لگانا، کسی دوسرے کی رائے کو قبول نہ کرنا'' انتہاپسندی ہے۔ البتہ

---

1 سورۃ المائدۃ:۲

حق کو سمجھنا، پھر اس کی اتباع کرنا انتہا پسندی نہیں۔ اُمتِ مسلمہ کفار کے دباؤ کی وجہ سے دین کے مسلمہ اُمور میں بھی دفاعی پوزیشن پر آگئی ہے۔ واضح رہے کہ حق پر سختی کرنا انتہا پسندی اور فرقہ واریت نہیں ہے۔ مثلاً لفظ اللہ اور ربّ میں تشدید سے سختی کی طرف اشارہ ہے، بچے جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز کے معاملے میں سختی کرنے کا حکم ہے تو اصل بات یہ ہے کہ باطل سختی نہیں ہونی چاہیے۔ افسوس کہ آج کل سب کچھ ایسے ہی ہو رہا ہے کہ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝٥٣﴾[1]

"ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے، وہ اسی میں مگن ہے۔"

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾[2]

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔"

جیسے آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے، ایسے ہی اصل (قرآن وسنت) اور باطل (شرک وکفر) اکٹھے نہیں ہو سکتے، اصل بات سے ہٹنا ہی فرقہ واریت ہے اور اصل قرآن وسنت اور منہج سلف ہے۔

⑦ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ (مدیر التعلیم جامعہ لاہور الاسلامیہ)

انتہا پسندی کا تعین اس پر موقوف ہے کہ پہلے دیکھا جائے کہ عدل واعتدال کیا ہے؟ "کسی بھی چیز کو اس کے محل پر رکھنا یا پھر کسی کام کا اس کے محل پر ہونا" عدل ہے۔ اور اسی عدل کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاے کرام کو مبعوث فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[3]

"ہم نے اپنے رُسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہوں۔"

معاشرے میں عدل واعتدال کو قائم کرنا دین کا بنیادی مقصد ہے، اسی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور چالیس سے زائد آیات میں عدل وانصاف کا حکم موجود ہے، گویا کہ عدل واعتدال کتاب وسنت میں ہی ہے اور اس کو قائم کرنا انتہا پسندی نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نرمی اختیار کرو اور غلو سے بچو:

«اللهُمَّ ارْفُقْ بِمَنْ رَفَقَ بِأُمَّتِي، وَشُقَّ عَلَى مَنْ يَشُقُّ عَلَيْهَا»[4]

---

۱ سورۃ الروم: ۵۳

۲ سورۃ آل عمران: ۱۰۳

۳ سورۃ الحدید: ۲۵

۴ مسند احمد: ۲۶۲۳۷

"الٰہی! اس شخص پر رحم کر جو میری اُمت پر رحم کرے اور اس شخص پر سختی کر جو اس پر سختی کرے۔"

«إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ»[1]

"بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی)۔ پس اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔"

ان نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کا پیغام نرمی اور اعتدال کا ہے، نہ کہ تشدد اور فرقہ واریت کا۔ انتہا پسندی اور فرقہ واریت چاہے سیکولرازم کی طرف سے ہو یا داعیانِ مذہب کی طرف سے دونوں کا راستہ روکنا ضروری ہے، کیونکہ فرقہ واریت ایک غلط رویّہ ہے نہ کہ مطلوبِ شریعت، لہٰذا اس کے خاتمے کے لیے مسلمانوں کو جہاں عوامی سطح پر اتحاد کرنے کی ضرورت ہے، وہاں علمی محاذ پر فکری اتحاد قائم کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اُنھوں نے انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اس سلسلے میں علمائے کرام کے مؤثر کردار کی طرف اشارہ کیا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۠ ﴾[2]

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وَأُولُو الْأَمْرِ صِنْفَانِ: الْأُمَرَاءُ وَالْعُلَمَاءُ، وَهُمُ الَّذِينَ إِذَا صَلَحُوا صَلَحَ النَّاسُ[3]

"مسلمانوں کے اولی الامر دو قسموں کے ہیں: حکام اور علما اور انہی دو گروہوں کی اصلاح پر معاشرے کی

---

۱ صحیح بخاری: ۳۹

۲ سورۃ النساء: ۵۹

۳ السیاسۃ الشرعیۃ: ص ۴۴۲

صلاح موقوف ہے۔"

اُولی الامر سے مراد اصلاً علماء ہی ہیں جو دراصل حکام کو نظریہ دیتے ہیں کہ ہمیں کس توازن و اعتدال سے چلنا چاہیے اور حکّام اس نصب ُالعین کی تکمیل کرتے ہیں۔ علما کی آرا سے اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن تعصّب نہیں ہونا چاہیے، اور اپنے موقف کو دوسرے پر ٹھونسنا نہیں چاہیے کیونکہ کسی کا اجتہاد دوسرے فقیہ کے اجتہاد کو ختم نہیں کر سکتا، اس لیے علما کی نیتوں پر حملے اور طعن و تشنیع کی بجائے ان کی شخصیات کے بارے میں احتیاط کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔ دوسری طرف علماے کرام کو بھی چاہیے کہ اپنی رائے کو کتاب و سنت کی بجائے ایک اجتہادی موقف ہی سمجھیں اور اسے بعینہٖ نافذ کرنے پر اصرار مت کریں۔

فرقہ واریت میں کمی لانے کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف مکاتب فکر کی ممتاز شخصیات کا احترام کیا جائے، ان کے موقف کی ممکنہ غلطی کی بنا پر اُن کی نیت پر حملہ نہ کیا جائے۔ پھر معاشرے میں پائے جانے والے موقف دو طرح کے ہیں، ایک تو علمی طور پر کتابوں میں موجود ہیں، دوسرا وہ جو بعض عوامی خطبا کی زبانوں پر ہیں، ان دونوں میں بھی بہت سا فرق ہے۔ ہر مکتبِ فکر کے علما کو اپنے خطبا اور عوام کی اصلاح کا فریضہ انجام دینا چاہیے مثلاً جملہ بریلوی علما و مفتیان اس بات پر متفق ہیں کہ عورتیں مزاروں پر نہیں جا سکتی تو صرف اسی بات پر بریلوی عوام کو عمل کرا لینے سے کتنے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح باہمی اختلافات کے خاتمے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مختلف الخیال اہل علم کو باہمی تبادلہ خیال کا موقع دیا جائے، ایک دوسرے کے دلائل تحمل و برداشت سے پیش کیے جائیں، اس سے بھی اختلافات میں بہت سی کمی آ سکتی ہے۔

⑧ قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ (مدیر کلیۃ القرآن والتربیہ الاسلامیہ، قصور)

انتہاپسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے چار گزارشات ہیں:

علم کے ذریعے انتہاپسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ ممکن ہے اور علم کہتے ہیں:

"العلم إدراك الشيء بحقيقته" (موسوعۃ القرآن: ۸/۳۸۶)

جب انسان کسی چیز کی حقیقت تک پہنچتا ہے تو پھر اس کو صحیح معرفت ہوتی ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لیے علم اور دلائل کی ضرورت ہوتی ہے اور سب سے بڑی دلیل قرآن و سنت ہے، لہٰذا ہم دہشت گردی کے تمام پہلوؤں کو ختم کر سکتے ہیں، جب ہمارے پاس قرآن و سنت کا حقیقی علم ہو گا۔

منصف مزاج لوگ دینی نصاب کا جائزہ لیں تو وہ ضرور محسوس کریں گے کہ یہی وہ نصاب ہے جس سے انتہا پسندی اور فرقہ واریت کو ختم کیا جا سکتا ہے، مثلاً نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ فَجعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا»[1]
"اس (پرندے) کے بچے کو کس نے پکڑا ہے؟ اس کے بچوں کو واپس کرو، میری غیرت برداشت نہیں کرتی کہ کسی پرندے کو بھی دکھ دیا جائے۔"
آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ رَحِمَ، وَلَوْ ذَبِيحَةَ عُصْفُورٍ رَحِمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[2]
"جو کسی چڑیا کو ذبح کرتے وقت بھی رحم کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر رحم کرے گا۔"
تعجب کی بات ہے کہ اونٹ ایک جانور ہے، اس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا:
«إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ، فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ»[3]
"جب تم سرسبز وشاداب زمین میں سفر کرو تو اونٹ کو بھی زمین سے حق دو۔" (یعنی اسے سفر کے بعد باندھو نہیں بلکہ چرنے کے لیے چھوڑ دو)
کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کو جب جہاد کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:
«لَا تَقْتُلُوا صَبِيًّا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا شَيْخًا كَبِيرًا، وَلَا مَرِيضًا، وَلَا رَاهِبًا، وَلَا تَقْطَعُوا مُثْمِرًا، وَلَا تُخَرِّبُوا عَامِرًا، وَلَا تَذْبَحُوا بَعِيرًا وَلَا بَقَرَةً إِلَّا لِمَأْكَلٍ، وَلَا تُغْرِقُوا نَخْلًا، وَلَا تُحَرِّقُوهُ»[4]
"بچوں، عورتوں، بوڑھوں، بیماروں اور جنگ سے بھاگنے والوں کو قتل نہ کرو، پھل دار درخت نہ کاٹو گھروں کو مسمار نہ کرو، اونٹوں اور گائے کو کھانے کے سوا ذبح نہ کرو، کھجور کے باغات کو ضائع نہ کرو اور نہ ہی جلاؤ۔"
اسلئے صحابہ کرام نے جہاں بھی فتوحات کی ہیں، وہاں جان، مال اور رزق کا تحفظ کیا ہے، لہٰذا قرآن وحدیث پر مبنی نصاب کو جامعات اور کالجز تک لے جانا بہت بڑا ہدف ہے اور اسی سے تمام مسائل حل ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ نے انسان میں محبت اور غصے کے جذبات رکھے ہیں، لیکن ان کو توازن میں رکھنے کے لیے شریعت اُتاری ہے، اگر اللہ تعالیٰ محبت نہ رکھتے تو کوئی ماں بچے کو دودھ نہ پلاتی۔ اگر یہی محبت حدودِ الٰہی سے تجاوز کر

---

۱ سنن ابو داود: ۲۶۷۵
۲ المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۹۱۵
۳ صحیح مسلم: ۱۹۲۶
۴ السنن الکبریٰ از امام بیہقی: ۱۸۱۵۲

جائے تو دنیا و آخرت میں مذموم ہو جاتی ہے، اسی طرح اللہ نے اگر غصے کو انسانی طبیعت میں نہ رکھا ہوتا تو کوئی جہاد کا میدان سجتا اور نہ ہی کوئی غیرت نامی چیز نظر آتی لیکن یہی غصہ جب کنٹرول سے باہر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہو تو اسی سے انتہا پسندی اور فرقہ واریت پھیلتی ہے۔ یہ توازن و اعتدال اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان میں چار چیزیں نہ ہوں: قرآن، حدیث، تعامل صحابہ اور ان تینوں کو سمجھنے کے لیے علم صحیح۔ انہی سے توازن و اعتدال آئے گا اور انہی سے انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ ہو گا۔

نص کی موجودگی میں اجتہاد استدلالی قوت نہیں بلکہ استبدالِ دین ہے، نص (قرآن و سنت) کی موجودگی میں جو مکالمہ کرتا ہے دراصل اس کا ایمان قابل مکالمہ ہے، اس لیے ہمیشہ حق کے ساتھ انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے جستجو ہونی چاہیے اور پھر انسان اگر اکیلا بھی ہو لیکن اللہ کی تائید اور مدد اس کے ساتھ ہو، تو وہ اکیلا بھی جماعت ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم۔ ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا﴾[1] "بے شک ابراہیم اکیلے ہی امت تھے۔" یعنی جتنا کام پوری اُمت مل کر کرتی ہے اتنا کام اکیلے ابراہیم نبی علیہ السلام نے کر دیا۔

⑨ ڈاکٹر علی اکبر الازہری (صدر شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور)

دہشت گردی کے سبب سب سے زیادہ نقصان ہوا۔ اسلامی اصطلاحات کا غلط استعمال کر کے اُمت کو منتشر کیا گیا ہے۔ ہمیں اس کے خاتمے کے لیے مسلک کی نہیں بلکہ اللہ اور رسول کی نمائندگی کرنی چاہیے، مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے لیکن اختلافات کا اصل علاج دلیل سے ہونا چاہیے اور دلیل میں تعصّب نہیں ہونا چاہیے، اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب کہ ہمارا مزاج تحقیق پسندانہ ہو اور تحقیق ہی کو فروغ دے۔

⑩ رونامہ ندائے ملت سے وابستہ صحافی جناب ارشاد احمد ارشد نے ایک شعر میں عمدہ پیغام دیا:

قدرت کو ناپسند ہے سختی زبان میں — اسی لیے پیدا نہ کی ہڈی زبان میں

یعنی انتہا پسندی کا خاتمہ اصل میں زبان کے کنٹرول میں ہے۔

⑪ ڈاکٹر عبد الغفار (کلیہ الدراسات الاسلامیہ، جامعہ لاہور الاسلامیہ) نے فرمایا:

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے قرآنی اصطلاحات کا ایک ایسا 'اسلامی مستند مجموعہ' ہونا چاہیے جس کو شامل نصاب کیا جائے، تاکہ اُمت کا مجموعی موقف بن سکے۔ خصوصاً دو اصطلاحات یعنی 'اجتہاد اور جہاد' کا غلط استعمال انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان دو اصطلات کا صحیح مطلب لوگوں کو سمجھایا جائے۔

---

[1] سورۃ النحل: ۱۲۰

⑫ ڈاکٹر حافظ حسین ازہر (پروفیسر ویٹرنری یونیورسٹی، لاہور) نے فرمایا:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ﴾[1]

"اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ۔"

آج برائی سے روکنا انتہاپسندی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً میوزک سے روکا جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ انتہاپسندی ہے۔ لہٰذا علم اور دلیل کی بنیاد پر مضبوطی سے پورے اسلام پر عمل کیا جائے تو یہی تمام مسائل کا حل ہے۔

⑬ پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اکرم (صدر تنظیم اساتذہ، پاکستان)

پہلے ہم اسلام کی بات بڑے زور سے بیان کرتے تھے لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ تحفظِ اسلام، تحفظِ ناموس رسالت ہونی چاہیے یعنی اسلام کا پیغام دفاعی پوزیشن میں آچکا ہے، اس صورت حال پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے حالات میں دینی جامعات اور جدید علوم کی جامعات کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ چند ایک اقدامات کریں:

جامعات کو چاہیے کہ وہ جہاد کا صحیح اسلامی تصور واضح کریں کیونکہ دنیا کے سامنے جہاد کا صرف ایک منفی پہلو ہی رکھا جارہا ہے، جبکہ جہاد کے دونوں پہلوؤں کو عامۃ الناس اور نوجوان نسل میں واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلم، غیر مسلم کی جان ومال اور عزت کی حفاظت کے متعلق اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

دین نے تو ایک ہی تصور دیا تھا: ﴿ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا ﴾[2]

"اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی تمہارا نام 'مسلم' رکھا تھا، اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے)۔"

افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے جو تصور دین دیا تھا، ہم نے اسے دوسرے تصورات میں لا کر آپس میں دوریاں پیدا کیں۔ اسی تصور کو دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان فرق ختم ہو سکے کیونکہ وہ بھی فرقہ واریت کا شکار ہوتے ہوئے لڑتے رہے، اس طرح ہم بھی آپس میں لڑیں تو ہم اور ان میں فرق کیا ہوا؟ کس چیز سے انتہاپسندی اور فرقہ واریت پھیل رہی ہے، اس پر ریسرچ کی جائے۔

میڈیا میں جب دین کی اقدار کا مذاق اُڑایا جائے اور وہ چیزیں پیش کی جائیں جو دین کی جڑ کاٹنے والی ہیں تو اس سے نوجوان نسل میں انتہاپسندی کی صورت میں لازمی ردعمل پیدا ہوگا، اس طرح جب غیر اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے جو اقدامات کیے جارہے ہیں، این جی اوز اور بہت سارے عناصر مل کر ہمارے نصابات میں

---

1 سورۃ البقرۃ: ۲۰۸

2 سورۃ الحج: ۷۸

تبدیلیاں کر رہے ہیں، یہ سب چیزیں رد عمل پیدا کر رہی ہیں، لہٰذا ایسے عناصر کو روکا جائے۔ ایسے حالات میں دینی اور دنیاوی جامعات کا کردار بہت بڑھ جاتا ہے کہ وہ مکمل ہوم ورک اور تیاری کے ساتھ میڈیا کے نمائندوں / اینکرز کو اکٹھا کر کے اُن کو دین کے صحیح تصورات اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔

کچھ اساتذہ، علما اور طلبا کا انتخاب کر کے اُنھیں ان موضوعات کے لیے تیار کیا جائے جو معاشرے کی ضرورت ہیں اور لوگ سننا چاہتے ہیں مثلاً دین کا صحیح و جامع تصور، انتہا پسندی و فرقہ واریت کے اسباب، نقصانات اور خاتمے کی تجاویز، مسلم و غیر مسلم کے جان و مال اور عزت کے تحفظ کے حوالے سے اسلامی تعلیمات۔

⑭ ڈاکٹر حافظ انس نضر مدنی (مدیر مجلس التحقیق الاسلامی بالجامعہ)

انسان میں انتہا پسندی و تشدد لا علمی اور جہالت کی وجہ سے آتی ہے۔ اگر انسان کے پاس علم اور دلائل موجود ہوں تو وہ باوقار طریقے سے صرفِ نظر کرتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیمؑ نے جب اپنے والدِ گرامی کو نرمی سے دعوت دی تو باپ غصّے میں رجم کرنے اور گھر چھوڑنے کی دھمکی دینے لگا۔

تشدد اور جہالت کا خاتمہ علم اور دلائل ہی سے ممکن ہے، جبکہ دینِ اسلام علم اور دلائل ہی کا نام ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝﴾ [1]

"پڑھو! (اے نبیؐ) اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔"

انتہا پسندی، تشدد اور غلو ان سب کا اللہ تعالیٰ نے رد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝﴾ [2]

"کہو، اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور نہ اُن لوگوں کے تخیلات کی پیروی کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سواء السبیل سے بھٹک گئے۔"

ان سب موذی بیماریوں کا علاج ما انزل اللہ یعنی دین کی طرف لوٹنے اور حصولِ علم میں ہے۔ اور ما انزل اللہ سب سے زیادہ اسلامی جامعات ہی میں پڑھایا جاتا ہے، لہٰذا اسلامی جامعات سے ہی انکا علاج ممکن ہو سکتا ہے۔

⑮ پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر (اُستاذ 'دی یونیورسٹی آف لاہور')

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا اصل توڑ نرم گوئی اور نرم مزاجی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون کو

---

١ سورۃ العلق:١

٢ سورۃ المائدۃ:٧٧

فرعون کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا: ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝﴾[1]

"اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔"

اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا»[2]

"جو اپنے بھائی کو کافر کہے تو دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے۔"

امام بخاری باب من كفّر أخاه بغير تاويله کا عنوان قائم کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ اس آدمی کے لیے ہے جس نے مسلمان کو حقیقی کافر کہا، اللہ کا منکر بنا دیا۔

اگر کوئی کفریہ کلمہ کہہ بھی دے لیکن نیت ٹھیک ہو تو وہ کافر نہیں ہوتا جیسا کہ ایک آدمی نے خوشی سے کہا:

«اللهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ»[3]

"اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا ربّ، خوشی کی شدت سے اس کے منہ سے غلط ادا ہو گیا۔"

اس جملے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کی ہے۔ آپ دعوت داعی الی اللہ کی حیثیت سے دیں نہ کہ مفتی کی حیثیت سے، اس رویہ سے تشدد پھیلتا ہے۔

⑯ چوہدری اشرف علی (سینئر سبجیکٹ اسپشلسٹ ٹیچر ٹریننگ لاہور)

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا تدارک اس کے حقیقی اسباب دور کرنے سے ہی ممکن ہے اور وہ دو ہیں: بین الاقوامی یا قومی سطح پر غلبہ حاصل کرنے کا جنون اور دنیا کو اپنے قبضے میں لینے کا لالچ و طمع، جب تک یہ دور نہیں ہوگا تب تک انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ ممکن نہیں۔ ہمیں خصوصاً علمی، سائنسی اور تکنیکی کمزوریاں دور کرنی چاہییں اور اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کر کے اپنے دشمن کو پہچاننا چاہیے۔

⑰ ڈاکٹر حافظ محمد انور (استاذ کلیہ شریعہ والقانون، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا اصل علاج تعلیمی اداروں اور منبر و محراب میں ہے اور یہ علاج اس وقت ممکن ہے جب معاشرے میں مثبت کردار پیش کیا جائے، اس لیے کہ کردار کی دعوت بہت بڑی چیز ہے۔

⑱ پروفیسر ڈاکٹر اختر حسین عزمی (استاذ گورنمنٹ کالج، ٹاؤن شپ، لاہور)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تشدد پسند عناصر کی تعداد ایک فیصد سے زیادہ نہیں ہے لیکن یہ بھی

---

۱ سورۃ طہٰ: ۴۴

۲ مسند احمد: ۵۹۱۴

۳ صحیح مسلم: ۲۷۴۷

حقیقت ہمیں مان لینی چاہیے کہ ایک فیصد نے ہی پورے معاشرے اور اسلام کے صحیح تصور کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ انہی افراد کی وجہ سے ہمارا دشمن ہماری تصویر کو دنیا کے سامنے جس طرح پینٹ کر رہا ہے وہ سبھی کے سامنے ہے۔ جب ہم جارحیت میں ہیں ہی نہیں تو اس کا دفاع تو کرنا ہی پڑے گا، اگرچہ ہمیں دفاعی پوزیشن پر نہیں ہونا چاہیے۔ جس طرح ہمیں موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے، اس طرح ہمیں بھی ایسے اعداد و شمار اکٹھے کرنے چاہیں جن کے ذریعے ہم کہہ سکیں کہ تشدد پسندی کا عنصر دینی مدارس سے نہیں نکلا۔ دنیا کی مار دھاڑ حتیٰ کہ امریکہ کے اداروں میں جو قتل و غارت ہو رہی ہے، اس کی سرپرستی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل لوگ ہی کر رہے ہیں۔ اسی طرح اس ملک میں سیکولر انتہاپسندی بھی جس عروج پر ہے، اسے بھی نمایاں کرنا چاہیے جیسا کہ پروفیسر سلمان حیدر کو جس طرح فاطمہ جناح یونیورسٹی راولپنڈی میں گرفتار کیا گیا، اس کا معاملہ سبھی کے سامنے ہے کہ اس نے فیس بک پر تین پیج بنائے، ان میں سے ایک کا نام بھینسار کھا جس سے مراد مولوی ہیں۔ اس طرح نبی ﷺ کے کارٹون بنائے، آپ کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔ ان چیزوں کو بھی واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

انتہاپسندی کا فروغ دراصل اس وقت ہوا جب اعتدال پسندی کی متفقہ تعلیمات دینے والے لوگ بہت ہی دفاعی پوزیشن میں چلے گئے۔

اداروں میں برداشت کیوں نہیں، قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح میں ایک دوسرے کو گنجائش نہیں دیتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں بین المسالک اختلافات تو پڑھائے جاتے ہیں اور یقیناً یہ اختلافات پڑھانے چاہئیں لیکن افسوس کہ اس کے حل کے اُصول و آداب نہیں پڑھائے جاتے جو سلف سے منقول ہیں، اس لیے ہر طالبعلم اختلافات کو اپنے نقطہ نظر سے پڑھتا ہے اور پھر اپنی من مرضی کی سوچ بنا لیتا ہے، وہاں سے انتہاپسندی پھیلتی ہے۔

اتحادِ اُمت کی باتوں کو نصاب میں شامل کرنا چاہیے، اور ساتھ ہی اسلامک یونیورسٹی کو ایسا سسٹم بنانا چاہیے کہ وفاق المدارس کی سند کے لیے ضروری ہو کہ تمام مکاتبِ فکر کے طلبہ یک جاں ہو کر چھ ماہ اسلامک یونیورسٹی میں گزاریں اور وہاں جدید علوم و مسائل اور فکر مغرب کا بھی مطالعہ کریں تاکہ ان کے ذہن میں وسعت کے ساتھ برداشت بھی پیدا ہو سکے، پھر اسکے نتیجہ میں اپنے اصل دشمن کو پہچان کر اس کا مقابلہ کر سکیں۔

(۱۹) حافظ شفیق الرحمٰن زاہد (مدیر الحکمہ انٹرنیشنل، لاہور)

راقم نے تین منٹ میں تین اہم نکات پر چند گزارشات پیش کیں:

انتہاپسندی اور فرقہ واریت کے اسباب کیا ہیں؟

انتہاپسندی اور فرقہ واریت کے نقصانات کیا ہیں؟ اور انتہاپسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کی تجاویز

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے اسباب

(۱) ترکِ قرآن و سنت (۲) منہج سلف سے انحراف (۳) بے مہار خطابت (۴) بغاوت کا رجحان (۵) نیم مذہبی قیادت (۶) ترجیحات کی غلط ترتیب (۷) اشاعت کا غیر محتاط اُسلوب (۸) مشترکات کو نظر انداز کرنا

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے نقصانات

(۱) حکم عدولی کی فضا (۲) صادق و امین حکومت کا خاتمہ (۳) علمی بد دیانتی کا چلن (۴) شکوک و شبہات اور ابہامات کا فروغ (۵) تعمیری سوچ کا فقدان (۶) ناحق قتل و غارت (۷) اسلام سے عدم اعتماد (۸) مالی، جانی اور دیگر نہ ختم ہونے والے نقصانات کا طوفان

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کی تجاویز

(۱) قرآن و سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ (۲) منہج سلف صالحین کو اختیار کیا جائے۔ (۳) تقریر، تحریر، تدریس وغیرہ میں ایسی سرگرمیوں سے گریز کیا جائے جس میں عدم برداشت کا پہلو ہو۔ (۴) واعظین و خطبا حضرات کا میرٹ طے کیا جائے یعنی تخصص فی الخطابہ کورس کا آغاز ہو، خطبا سلیکشن کمیٹی بنائی جائے۔ (۵) ریاست اور علما کے تعاون سے بورڈ تشکیل دیا جائے جو اس انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمہ کے لیے کردار ادا کرے۔ (۶) مدارس انتظامیہ، اساتذہ اور طلبا کو مثبت سوچ کا حامل بنائے۔ (۷) سوشل میڈیا میں کردار ادا کرنے کے لیے اساتذہ، مبلغین اور طلبا کی ٹیم تیار کی جائے۔ (۸) مختلف اضلاع میں سیمینار کرائیں جائیں۔ (۹) اسلامی اخلاقی اُصولوں کی پابندی یقینی بنائی جائے۔ (۱۰) اختلافات کے دائروں میں فرق واضح طور پر سمجھا اور سمجھایا جائے۔ (۱۱) اختلاف کی صورت میں دوسرے کے حقوق کو تلف نہ کیا جائے۔ (۱۲) اختلافی مسائل چھیڑنے سے حتی الامکان باز رہا جائے۔ (۱۳) باہمی مکالمے کے لیے ماہر علما کی زیر نگرانی ٹیمیں بنائی جائیں۔ (۱۴) انفرادی عصبیت کی بجائے ملی و اسلامی مفادات کو ملحوظ رکھا جائے۔ (۱۵) جماعت یا پارٹی بنانے کا عمل اتنا آزاد نہیں ہونا چاہیئے۔ (۱۶) بین المسالک حقوق کا تعین مشاورت سے طے کر کے مساویانہ عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔ (۱۷) جلسے جلوس کی حدود متعین کی جائیں۔ (۱۸) سوشل میڈیا کے ذریعے اشتعال انگیز مواد کو روکا جائے اور مثبت مواد عام کیا جائے۔ (۱۹) اتحاد کی سابقہ کاوشوں کا مطالعہ کیا جائے اور انہیں رائج کیا جائے۔

یہ سیمینار اپنے موضوع پر بہت ہی مفید رہا۔ ایسے سیمینارز دینی جامعات میں وقتاً فوقتاً ہوتے رہنے چاہیں اور ان سیمینارز میں پاس کی گئی قرار دادوں پر عمل درآمد کے لیے کوئی مستقل لائحہ عمل طے کر لینا چاہیے۔ اس طرح یہ سرگرمی نہ صرف متعلقہ اداروں بلکہ اسلامی معاشرے کے لیے بھی کار آمد بن جائے گی۔ ان شاء اللہ

علوم وفنون، افکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز 'لاہور' میں عظیم الشان لائبریری

المكتبة الرحمانية

اُساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز و مرجع

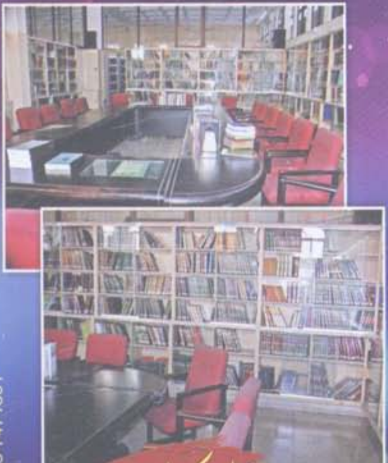

خصوصیات

- ہمہ نوعیت کے موضوع پر 45 ہزار علمی ودینی کتابیں
- بین الاقوامی DDC لائبریری سکیم کے تحت مرتب شدہ
- لائبریری میں موجود کتب کو گھر بیٹھے سرچ کرنے کی آن لائن سہولت
- پاکستان میں 900 دینی رسائل وجرائد کے شماروں کا سب سے بڑا مرکز
- فاضل شخصیات اور ماہر لائبریرین کے ذریعے موضوع تک رہنمائی
- قدیم وجدید تحقیقات کے حامل جدید ایڈیشن
- عرب ممالک سے شائع ہونے والی نئی کتب کا مرکز
- فوٹو کاپی کروانے کی سہولت اور مسجد کا انتظام
- پرسکون محل وقوع اور تعلیمی اداروں کے سنگم میں

ایئرکنڈیشنڈ ہال

سہولیات

- جملہ اُردو وعربی تفاسیر اور علومِ قرآن کی تمام کتب
- حدیث نبوی، شروحِ حدیث اور علومِ قرآن کے بیشتر مراجع
- فقہی مذاہب خمسہ کی اُمہات الکتب اور جدید فقہی موضوعات کا مستند ذخیرہ
- اسلامی سیاسیات واقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ سے متعلقہ بیش بہا خزانہ
- اسلامی قانون سے متعلقہ جملہ اہم پہلوؤں پر اَسلاف کا نادر علمی ورثہ
- Ph.D وغیرہ محققین کے لیے علمی رہنمائی اور مشاورت

اَوقات

صبح 9:00 بجے
تا
شام 5:00 بجے
(چھٹی بروز جمعہ)

بمقام: ادارہ 'محدث' 99/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور، 042-35866396

موبائل 0305-4600861 (لائبریرین: محمد اصغر)

Designing & Printing: CRYSTAL ART Lhr 0323-7471861

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 49 No.1 Monthly MUHADDIS Lahore ✆ 35866476 35866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

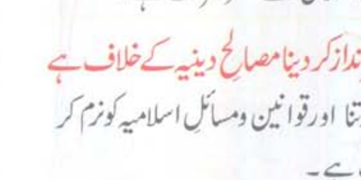

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۶۰ روپے
- زرِسالانہ ۳۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700